REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWS PAPERS FOR INDIA AT. NO. R.N. 61/67.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم — و علیٰ عبدہ المسیح الموعود

REGD. NO. P/GDP. 3

مسیح موعود نمبر

جلد ۲۶ — شمارہ ۱۱

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

ہفت روزہ بدر قادیان

ایڈیٹر :- محمد حفیظ بقاپوری

نائبین :- جاوید اقبال اختر، محمد انعام غوری

شرح چندہ :-
سالانہ :- ۱۵ روپے
ششماہی :- ۸ روپے
ممالک غیر :- ۳۰ روپے
فی پرچہ :- ۳۰ پیسے

THE WEEKLY BADR QADIAN PIN 143516.

۲۶ ربیع الاول ۱۳۹۷ ہجری — ۱۷ امان ۱۳۵۶ ہش — ۱۷ مارچ ۱۹۷۷ء

توحید کی بالآخر فتح کی عظیم الشان بشارتیں

تین صدیوں کے اندر اندر اسلام روئے زمین پر غالب آجائے گا

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :-

(۱) "مَیں ہر دم اس فکر میں ہوں کہ ہمارا اور نصاریٰ کا کسی طرح فیصلہ ہو جائے۔ میرا دل مُردہ پرستی کے فتنہ سے خُون ہوتا جاتا ہے۔ مَیں کبھی کا اِس غم سے فنا ہو جاتا۔ اگر میرا مولیٰ اور آقا قادر و توانا خدا مجھے تسلّی نہ دیتا کہ آخر توحید کی فتح ہے۔ غیر معبود ہلاک ہوں گے اور جھوٹے خدا اپنی خدائی کے وجود سے منقطع کئے جائیں گے۔ مریم اور اس کے بیٹے کی معبودانہ زندگی پر موت وارد ہوگی۔ اور وہ استعدادیں بھی مریں گی جو انسان کو معبود بناتی ہیں۔" (تذکرہ صفحہ ۲۹۹)

(۲) "اب وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ جو سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا۔ قریب ہے کہ سب ملّتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا نہ کُند ہوگا، جب تک دجّالیّت کو پاش پاش نہ کر دے۔ وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں، ملکوں میں پھیلے گی۔ اُس دن نہ کوئی مصنوعی کفّارہ باقی رہے گا۔ اور نہ کوئی مصنوعی خدا۔" (تذکرہ صفحہ ۲۹۹)

(۳) "ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پُوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نا امید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ مَیں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔ اب وہ بڑھے گا اور پُھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔" (تذکرۃ الشہادتین مطبوعہ سنہ ۱۹۰۳ء)

اخبارِ احمدیہ

قادیان ۱۴ امان (مارچ)۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق مورخہ ۲۴/۲۵ فروری کی اطلاع میں نارودہ میں انفیکشن کا ذکر تھا۔ مورخہ ۳/۵ کی تازہ اطلاع مظہر ہے کہ :-

"طبیعت ابھی ناساز ہے اور ضعف کی تکلیف ہے۔"

احباب اپنے محبوب امام ہمام کی صحت و سلامتی۔ درازیٔ عمر اور مقاصد عالیہ میں فائز المرامی کے لئے دردِ دل سے دُعائیں جاری رکھیں۔

• حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کی صحت کے متعلق مورخہ ۳/۴ کی ربوہ سے آمدہ تازہ اطلاع ہے کہ :-

"پرسوں (۳/۲) شام کو بخار ہوا جو کل (مورخہ ۳/۳) صبح بڑھ کر ۱۰۵ تک ہوگیا اور ساتھ غشی بھی ہوگئی۔ خون کا ٹیسٹ کروایا تو اُس سے پتہ لگا کہ انفیکشن بہت زیادہ ہے کل (۳/۳) شام کو بخار تو کم ہوگیا مگر نیم غشی کی حالت ہے اور غذا بالکل نہیں لے رہیں۔ حالت تسلّی والی نہیں۔" احباب حضرت سیدہ محمودہ کی صحت و سلامتی اور درازیٔ عمر کیلئے دُعائیں جاری رکھیں۔ :- قادیان ۱۴ مارچ۔ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی مع اہل و عیال و جملہ درویشانِ کرام بفضلہ تعالےٰ خیریت سے ہیں۔ الحمد للہ !!

ملک صلاح الدین ایم اے پرنٹر و پبلشر نے فضلِ عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر محلہ احمدیہ قادیان (پن ۱۴۳۵۱۶) سے شائع کیا۔ پروپرائٹر۔ صدر انجمن احمدیہ قادیان :-

ہفت روزہ بدر قادیان
مورخہ ۱۷ امان ۱۳۵۶ ہش

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لاجواب علمِ کلام!

قرآن و حدیث کی ناقابلِ انکار پیش خبریوں کے مطابق اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا کام مسیح موعود و مہدیٔ معہود کے ذریعہ مقدّر بنایا گیا ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ مقدّس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام ہی وہ موعود مسیح اور امام مہدی ہیں۔ ہمارا یہ ایمان و اعتقاد کسی طور کی خوش فہمی پر مبنی نہیں بلکہ اس کے ساتھ محکم دلائل، واقعاتی شواہد اور خُدا تعالےٰ کی نصرت و تائید کے چمکتے ہوئے زندہ نشانات موجود ہیں۔ آپؑ کے ذریعہ اُس زبردست رُوحانی انقلاب کی ابتداء ہوئی جو دلوں کو پاک محمّد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں رہ کر خدمت و اشاعتِ دین اور اسلام کے عالمگیر رُوحانی غلبہ کے لیئے ہر قسم کی مالی و جانی قربانیاں دینے والوں کی ایک فعّال جماعت قائم ہوگئی اور آج اس کے عملی کام سے ساری دُنیا متعارف ہو چکی ہے۔!

مئی ۱۹۰۸ء میں جب مقدّس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی وفات ہوئی تو اُس وقت کے سنجیدہ اور متین و شریف طبقہ نے آپ کی وفات پر رنج و افسوس کا اظہار کرتے ہوئے جن الفاظ میں آپ کے حق میں خراجِ تحسین ادا کیا۔ وہ یادگاری دستاویزات کا رنگ رکھتے ہیں۔ چنانچہ امرتسر کے اخبار وکیل نے لکھا:-

"مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جائے۔ ایسے شخص جن سے مذہبی یا عقلی دُنیا میں انقلاب پیدا ہو۔ ہمیشہ دُنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندانِ تاریخ بہت کم منظرِ عام پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں تو دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں .... ان کی یہ خصُوصیّت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پُورا کرتے رہے، ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے .... مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا، قبولِ عام کی سند حاصل کر چکا ہے۔ اور اس خصُوصیّت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر و قیمت آج جبکہ وہ اپنا فرض پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے ....آئندہ اُمید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دُنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو۔"

(اخبار وکیل امرتسر مئی ۱۹۰۸ء)

۲۔ دہلی کے اخبار کرزن گزٹ کے ایڈیٹر مرزا حیرت دہلوی نے لکھا:-

"مرحوم کی وہ اعلےٰ خدمات جو اس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں۔ وہ واقعی بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں اس نے مناظرہ کا بالکل رنگ ہی بدل دیا۔ اور ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کر دی۔ نہ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے بلکہ محقق ہونے کے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا .... اس کا پُرزور لٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالا ہے اور واقعی اس کی بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ اس نے ہلاکت کی پیشگوئیوں، مخالفتوں اور نکتہ چینیوں کی آگ میں سے ہو کر اپنا رستہ صاف کیا اور ترقی کے انتہائی عروج تک پہنچ گیا۔"

(کرزن گزٹ دہلی یکم جون ۱۹۰۸ء)

مقدّس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ چونکہ خدا تعالےٰ کے فرستادہ تھے ہر قدم پر آپ کو خُدائی نصرت و تائید حاصل رہی۔ بالخصوص وہ قلمی جہاد جس کا آغاز آپؑ نے فرمایا اور عصرِ حاضر جس کی ضرورت کو بشدّت محسوس کر رہا تھا۔ اُس جدید علمِ کلام میں دلائل کا وزن۔ بیان کی نُدرت اور قلوب و اذہان میں تاثیر کی حقیقت وغیرہ ایسے اہم پہلو ہیں جو نہ صرف اُسی زمانہ میں اپنوں اور غیروں سے دادِ تحسین وصول کر چکا بلکہ اس کی افادی حیثیت اب بھی مسلّم ہے۔ مگر افسوس کہ اس بیش قیمت علمی اور رُوحانی ذخیرہ کی موجودگی کے باوجود جو بیک وقت اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں نہایت درجہ ممد و معاون ہے اور ساتھ ہی اسلام پر حملہ آوروں کی کامیاب مدافعت کے لئے کارگر اسلحہ کا کام بھی دیتا ہے۔ بد قسمتی سے خود مسلمان کہلانے والوں میں سے ایک بڑے حصّہ نے اس کی قدر و قیمت کو نہ پہچانا اور اس سے مُنہ موڑ کر اپنی خام عقلوں اور ناقص علموں پر ناز کرتے ہوئے خود ہی بہت کچھ کر گذرنے کا دعوےٰ کیا لیکن گذرنے والی پون صدی کا طویل عرصہ اس بات پر شاہد ہے کہ یہ لوگ اس اہم کام کی ابھی شروعات بھی نہیں کر سکے ہیں۔ چنانچہ گزشتہ ماہ اخبار بدر کے انہی کالموں میں آپ جامعہ ملّیہ اسلامیہ دہلی کے زیرِ اہتمام منعقدہ چار روزہ سیمینار میں شریک ہونے والے علماء و مفکّرین کی طرف سے ناکامی کا کُھلے عام اعتراف پڑھ چکے ہیں۔ جبکہ انہوں نے ایک متفقہ قرارداد کے ذریعہ اس امر کا صاف اقرار کیا کہ عصرِ حاضر کے جدید تقاضوں کو پُورا کرنے کے لئے نہ تو اُن کے تعلیمی ادارے "رجالِ کار" ہی پیدا کر سکے ہیں اور نہ ہی علومِ جدیدہ کی طرف سے اسلام پر کئے جا رہے اعتراضات کا پُورے طور پر ان کو علم ہے اور نہ ہی وہ خود تسلّی بخش، مسکت اور مدلّل جواب دینے کے لیئے جدید علمِ کلام ہی تیار کر سکے ہیں ہاں اس کی ضرورت کا احساس شدّت سے ہونے لگا ہے۔ یہ عملی کام ان کی طرف سے کب شروع ہوگا۔ اس کا ابھی کچھ علم نہیں۔ البتہ علماء حضرات کے سابقہ احساسِ ذمہ داری اور کارکردگی کے ریکارڈ کو دیکھ کر قیاس یہی ہوتا ہے کہ تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود والی بات ہی ہوتی معلوم ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نہ تو علماء سے یہ کام ہو سکتا ہے۔ اور نہ ہی یہ لوگ اس میدان کے شاہسوار ہی ہیں۔ دینِ اسلام خدا کا پسندیدہ دین ہے جس کی حفاظت کا کام خود اُس نے اپنے ذمّہ لے رکھا ہے۔ جس طرح پچھلے زمانوں میں تجدیدِ دین کے سامان وہ خود کرتا آیا ہے ــــــ اس زمانہ میں بھی حمایتِ اسلام اور خدمت و اشاعتِ دین کا کام اُسی کے کسی برگزیدہ بندے کے ذریعہ سرانجام پانا تھا اور پایا۔ اُسی نے مسیح موعود اور مہدی معہود کے مرتبہ و منصب پر فائز ہو کر وقت کی ضرورت کے مطابق کام کیا اور نمایاں طور پر کامیابی حاصل کی۔ اُس نے بڑی تعداد میں "رجالِ کار" بھی پیدا کیئے اور علومِ جدید کے اعتراضات کو خوب سمجھا۔ اور پھر اُن کے تسلّی بخش مُسکت اور مدلّل جوابات پر مشتمل ایسا لاجواب علمِ کلام بھی تیار کیا جس کے دلائل کی کاٹ ایسی زبردست اور اثر انگیز ثابت ہو چکی ہے اور ہو رہی ہے کہ اب تو وہ ساری صورتِ حال ہی بدل چکی ہے جو آج سے پون صدی قبل اسلام پر حملہ آوروں کی چوطرفہ یلغار کے نتیجہ میں مغلوبیّت کی سی نظر آتی تھی ــــ!!

موجودہ زمانہ اگر ایک طرف الحاد اور بے دینی کے زبردست طوفان کو ساتھ لایا تو دوسری طرف الوہیّتِ مسیح کے علمبرداروں نے صلیبی مذہب کی جے کا نعرہ بلند کیا لیکن خدا کے پہلوان سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دلائلِ قاطعہ اور براہینِ ساطعہ کے ساتھ ساتھ اللہ تعالےٰ کی طرف سے عطا کردہ تازہ آسمانی نشانات کے ذریعہ اسلام کی برتری اور حقانیّت اور پاک محمّد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی افضلیّت ثابت کر دکھائی ـــــ جیساکہ اخبار وکیل اور کرزن گزٹ کے محولہ بالا اقتباسات کے پڑھنے سے کسی قدر اندازہ ہو سکتا ہے۔ مقدّس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا تیار کردہ لٹریچر وقت کی ضرورت کو بطریقِ احسن پُورا کرنے والا ثابت ہُوا۔ موجودہ الحاد اور بے دینی کے دَور میں خدا تعالےٰ کی ہستی کے ناقابلِ انکار ثبوت۔ مذہب کی ضرورت و اہمیت۔ نوعِ انسان کو رُوحانیت کی ضرورت ایسے موضوع ہیں جن پر حضُور کی کتب میں سیر حاصل بحث موجود ہے۔ اس کے پہلو بہ پہلو تازہ معجزات و نشانات اور کرامات کا ایسا سلسلہ بھی چلتا ہے۔ جن کے مشاہدہ سے دلوں میں تازہ ایمان پیدا ہوتا اور خدا کی ہستی پر محکم یقین اور پاک محمّد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی برکتوں کا علم حاصل ہوتا ہے۔

اسی طرح اظہار علی الغیب پر مشتمل عظیم الشان پیشگوئیاں جو انذاری بھی ہیں اور تبشیری بھی۔ ان میں سے ہر پیشگوئی جب اپنے وقت پر پوری ہوئی اور آئندہ ہوگی اس سے بھی خدا کی ہستی پر محکم یقین، اسلام کی صداقت و حقانیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم برکتوں کا ثبوت ملتا ہے اور ساتھ ہی امام مہدی کے دعوے کی سچائی پر دلیل بنتی ہے۔

اسلامی روایات کی رُو سے مسیح موعودؑ کے عظیم کاموں میں سے ایک بڑا کام کسرِ صلیب قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے حضرت مسیح ناصری کی طبعی وفات کا عقلی اور نقلی دلائل کے ساتھ جس طور پر ثبوت پیش کیا، اس سے صلیبی مذہب کی بنیاد ہوجاتی رہی اور الوہیّتِ مسیح کی عمارت خود بخود مسمار ہوگئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ابتدائے دعوے کے وقت خود مسلم علماء میں سے بھاری تعداد خم ٹھونک کر آپ کے مقابلہ پر اس موضوع کو لے کر کھڑی رہی۔ (آگے صفحہ ۱۹ پر ملاحظہ فرمایئے!)

مجالسِ علم و عرفان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے روح پرور ارشادات

"۳۰ مارچ سنہ ۱۹۰۵ء ۔ قبل ظہر — حافظ غلام رسول صاحب وزیرآبادی نے مولوی محمد ابراہیم صاحب (بقاپوری) کو حضرت اقدس حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور پیش کیا۔ مولوی صاحب موصوف نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے چند استفسار کئے۔ حضور نے اس کے جواب میں جو تقریر فرمایا وہ درج ذیل ہے۔"

سائل — اطمینانِ قلب کیونکر حاصل ہو سکتا ہے؟

حضرت اقدس — قرآن سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ایسی شئے ہے جو قلوب کو اطمینان عطا کرتا ہے جیسا کہ فرمایا اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ پس جہاں تک ممکن ہو ذکر الٰہی کرتا رہے اسی سے اطمینان حاصل ہوگا۔ ہاں اس کے واسطے صبر اور محنت درکار ہے۔ اگر گھبرا جاتا اور تھک جاتا ہے تو پھر یہ اطمینان نصیب نہیں ہو سکتا۔ دیکھو! ایک کسان کس طرح پر محنت کرتا ہے اور پھر کس صبر اور حوصلہ کے ساتھ باہر اپنا غلہ بکھیر آتا ہے۔ بظاہر دیکھنے والے یہی کہتے ہیں کہ اس نے دانے ضائع کر دیئے لیکن ایک وقت آ جاتا ہے کہ وہ ان بکھرے ہوئے دانوں سے ایک خرمن جمع کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ پر حسنِ ظن رکھتا ہے اور صبر کرتا ہے۔ اسی طرح پر مومن جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک تعلق پیدا کر کے استقامت اور صبر کا نمونہ دکھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس پر مہربانی کرتا ہے اور اُسے وہ ذوق، شوق اور معرفت عطا کرتا ہے جس کا وہ طالب ہوتا ہے۔

یہ بڑی غلطی ہے جو لوگ کوشش اور سعی تو کرتے نہیں اور پھر چاہتے ہیں کہ ہمیں ذوق، شوق اور معرفت اور اطمینانِ قلب حاصل ہو۔ جبکہ دنیوی اور سفلی امور کے لئے محنت اور صبر کی ضرورت ہے تو پھر خدا تعالیٰ کو پھونک مار کر کیسے پا سکتا ہے۔ دنیا کے مصائب اور مشکلات سے کبھی گھبرانا نہیں چاہئے۔ اس راہ میں مشکلات کا آنا ضروری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مصائب کا سلسلہ دیکھو۔ کس قدر لمبا تھا۔ تیرہ سال مکہ میں مخالفوں سے دُکھ اُٹھاتے رہے۔ مکہ والوں سے دُکھ اُٹھاتے اُٹھاتے طائف گئے اور وہاں سے پتھر کھا کر بھاگے۔ پھر اور کوئی شخص ہے جو ان مصائب کے سلسلہ سے الگ ہو کر خداشناسی کی منزلوں کو طے کر لے؟

جو لوگ چاہتے ہیں کہ ہمیں کوئی محنت اور مشقت نہ کرنی پڑے وہ بیہودہ خیال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں صاف فرمایا ہے۔ وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے دروازوں کے کھلنے کے لئے مجاہدہ کی ضرورت ہے۔ اور وہ مجاہدہ اسی طریق پر ہو جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے۔ اس کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ اور اسوہ حسنہ ہے۔ بہت سے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کو چھوڑ دیتے ہیں اور پھر سبزپوش یا گیروے پوش فقیروں کی خدمت میں جاتے ہیں کہ پھونک مار کر کچھ بنا دیں یہ بیہودہ بات ہے۔ ایسے لوگ جو شرعی امور کی پابندیاں نہیں کرتے اور ایسے بیہودہ دعوے کرتے ہیں وہ خطرناک گناہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے بھی اپنے مراتب کو بڑھانا چاہتے ہیں۔ کیونکہ ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور وہ مشتِ خاک ہو کر خود ہدایت دینے کے مدعی ہوتے ہیں۔ اصل راہ اور گر خداشناسی کا دُعا ہے اور پھر صبر کے ساتھ دُعاؤں میں لگا رہے۔ ایک پنجابی فقرہ ہے۔ ؎

جو منگے سو مر رہے مَرے سو منگن جا

حقیقت میں جب تک انسان دُعاؤں میں اپنے آپ کو اس حالت تک نہیں پہنچا لیتا کہ گویا اس پر موت وارد ہو جاوے اس وقت تک بابِ رحمت نہیں کھلتا۔ خدا تعالیٰ میں زندگی ایک موت کو چاہتی ہے۔ جب تک انسان اس تنگ دروازہ سے داخل نہ ہو کچھ نہیں۔ خدا جوئی کی راہ میں لفظ پرستی سے کچھ نہیں بنتا بلکہ یہاں حقیقت سے کام لینا چاہیئے۔ جب طلب صادق ہوگی تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اسے محروم نہ کرے گا۔

سائل — استقامت بھی تو ملنی چاہیئے۔

حضرت اقدس — ہاں یہ سچ ہے کہ استقامت ہونی چاہیئے۔ اور یہ استقامت بھی اللہ تعالیٰ کے فضل اور کرم ہی سے ملتی ہے۔ ایک ادنیٰ درجہ کا فقیر بھی ایک بخیل سے بخیل انسان کے دروازہ پر جب دھرنا مار رہتا ہے تو کچھ نہ کچھ لیکر ہی اُٹھتا ہے پھر اللہ تعالیٰ تو کریم رحیم خدا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ کوئی اس کے دروازہ پر گرے اور خالی اُٹھے۔ اگر چاہتے ہو کہ ساری مرادیں پوری ہو جاویں تو یہ تو اُس کے ہی فضل سے ہوں گی۔ بعض اوقات انسان کو یہ بھی دھوکا لگتا ہے کہ فلاں مراد پوری نہیں ہوئی حالانکہ باطن میں یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ احتیاج سے ہی انسان کو بری کر دیتا ہے۔ لکھا ہے کہ ایک بادشاہ کا گذر ایک فقیر پر ہوا جس کے پاس منبر پوشی کو چھوٹا سا پارچہ تھا مگر وہ بہت خوش تھا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ تو اس قدر خوش کیوں ہے؟ فقیر نے جواب دیا کہ جس کی ساری ہی مرادیں پوری ہو جاویں وہ خوش نہ ہو تو اور کون ہو؟ بادشاہ کو بڑی حیرانی ہوئی۔ اس نے پوچھا کہ کیا تیری ساری مرادیں پوری ہو گئی ہیں؟ فقیر نے کہا کہ کوئی مراد ہی نہیں رہی۔ حقیقت میں حصول دو ہی قسم کا ہوتا ہے۔ یا پالے یا ترک کرے۔

غرض بات یہی ہے کہ خشوع ابتہال اور خداشناسی کے لئے ضروری امر یہی ہے کہ انسان دُعاؤں میں لگا رہے۔ زنانہ حالت اور بزدلی سے کچھ نہیں ہوتا۔ اس راہ میں مردانہ قدم اُٹھانا چاہیئے۔ ہر قسم کی تکلیفوں کے برداشت کرنے کو تیار ہونا چاہیئے۔ خدا تعالیٰ کو مقدم کرے اور گھبرائے نہیں۔ پھر اُمید کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل دستگیری کرے گا اور اطمینان عطا فرمائے گا۔ ان باتوں کے لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ انسان تزکیہ نفس کرے جیسا کہ فرمایا ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا

سائل — دُعا جب تک دل سے نہ اُٹھے کیا فائدہ ہوگا؟

حضرت اقدس — میں اسی لئے تو کہتا ہوں کہ صبر کرنا چاہیئے۔ اور اس سے گھبرانا نہیں چاہیئے۔ خواہ دل چاہے یا نہ چاہے۔ کشاں کشاں مسجد میں لے آؤ۔ کسی نے ایک بزرگ سے پوچھا کہ میں نماز پڑھتا ہوں مگر وساوس رہتے ہیں۔ اس نے کہا کہ تو نے ایک حصہ پر تو قبضہ کر لیا۔ دوسرا بھی حاصل ہو جائے گا۔ نماز پڑھنا بھی تو ایک فعل ہے اس پر مداومت کرنے سے دوسرا بھی انشاء اللہ مل جائے گا۔

اصل بات یہ ہے کہ ایک فعل انسان کا ہوتا ہے اس پر نتیجہ مرتب کرنا ایک دوسرا فعل ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ کا فعل ہے۔ سعی کرنا، مجاہدہ کرنا یہ تو انسان کا اپنا فعل ہے۔ اس پر پاک کرنا، استقامت بخشنا یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ بھلا جو شخص جلدی کرے گا کیا اس طریق پر وہ جلد کامیاب ہو جائے گا؟ یہ جلد بازی انسان کو خراب کرتی ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ دُنیا کے کاموں میں بھی اتنی جلدی کوئی امر نتیجہ خیز نہیں ہوتا۔ آخر اس پر کوئی وقت اور میعاد گذرتی ہے۔ زمیندار بیج بو کر ایک عرصہ تک صبر کے ساتھ اس کا انتظار کرتا ہے۔ بچہ بھی نو مہینے کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ پہلی ہی خلوت کے بعد بچہ پیدا ہو جائے تو لوگ اسے بیوقوف کہیں گے یا نہیں؟ پھر جب دُنیوی امور میں قانونِ قدرت کو اس طرح دیکھتے ہو تو یہ کیسی غلطی اور نادانی ہے کہ دینی امور میں انسان بلا محنت و مشقت کامیاب ہو جاوے۔ جس قدر اولیاء، ابدال، مرسل ہوئے ہیں۔ انہوں نے کبھی گھبراہٹ اور بزدلی اور بے صبری ظاہر نہیں کی۔ وہ جس طریق پر چلے ہیں اسی راہ کو اختیار کرو اگر کچھ پانا ہے۔ بغیر اس راہ کے تو کچھ مل نہیں سکتا۔ اور میں یقیناً کہتا ہوں۔ اپنے تجربہ سے کہتا ہوں کہ انبیاء علیہم السلام کو اطمینان جب نصیب ہوا ہے تو اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَکُمْ پر عمل کرنے سے ہی ہوا ہے۔ مجاہدات عجیب اکسیر ہیں۔ سید عبدالقادر رضی اللہ عنہ نے کیسے کیسے مجاہدات کئے۔ ہندوستان میں جو اکابر گذرے ہیں جیسے معین الدین چشتی اور فرید الدین رحمہم اللہ تعالیٰ۔ ان کے حالات پڑھو تو معلوم ہو کہ کیسے کیسے مجاہدات ان کو کرنے پڑے ہیں۔ مجاہدات کے بغیر حقیقت کھلتی نہیں۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ فلاں فقیر کے پاس گئے اور اس نے توجہ کی تو قلب جاری ہو گیا۔ یہ کچھ بات نہیں۔ ایسے ہندو فقراء کے پاس بھی جاری ہوتے ہیں۔ توجہ کچھ چیز نہیں ہے۔ یہ ایک ایسا فعل ہے جس کے ساتھ تزکیہ نفس کی کوئی شرط نہیں ہے نہ اس میں کفر و اسلام کا کوئی امتیاز ہے۔ انگریزوں نے اس فن میں آج کل

وہ کمال کیا ہے کہ کوئی دوسرا کیا کرے گا۔ میرے نزدیک یہ بدعات اور محدثات ہیں۔ شریعت کی اصل غرض تزکیہ نفس ہوتی ہے اور انبیاء علیہم السلام اسی مقصد کو لے کر آتے ہیں۔ اور وہ اپنے نمونہ اور اسوہ سے اس راہ کا پتہ دیتے ہیں جو تزکیہ کی حقیقی راہ ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت دلوں میں پیدا ہو اور شرح صدر حاصل ہو۔ میں بھی اسی منہاج نبوت پر آیا ہوں۔ پس اگر کوئی یہ چاہتا ہے کہ میں کسی ٹوٹکے سے قلب جاری کر سکتا ہوں تو یہ غلط ہے۔ میں تو اپنی جماعت کو اسی راہ پر لے جانا چاہتا ہوں جو ہمیشہ سے انبیاء علیہم السلام کی راہ ہے جو خدا تعالیٰ کی وحی کے ماتحت تیار ہوتی ہے۔ پس اور راہ وغیرہ کا ذکر ہماری کتابوں میں آپ نہ پائیں گے اور نہ اس کی ہم تعلیم دیتے ہیں اور نہ ضرورت سمجھتے ہیں۔ ہم تو یہی بتاتے ہیں۔ کہ نمازیں سنوار کر پڑھو اور دعاؤں میں لگے رہو۔

سائل :- حضور نمازیں پڑھتے ہیں۔ مگر منہیات سے باز نہیں رہتے اور اطمینان حاصل نہیں ہوتا ہے۔

حضرت اقدس :- نمازوں کے نتائج اور اثر تو تب پیدا ہوں۔ جب نمازوں کو سمجھ کر پڑھو۔ بجز کلام الٰہی اور ادعیہ ماثورہ کے اپنی زبان میں بھی دعائیں کرو۔ اور پھر ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھو۔ یہی ایک امر ہے جس کی بار بار تاکید کرتا ہوں کہ تھکو اور گھبراؤ نہیں۔ اگر استقلال اور صبر سے اس راہ کو اختیار کرو گے تو انشاء اللہ یقیناً ایک نہ ایک دن کامیاب ہو جاؤ گے۔ ہاں یہ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہی کو مقدم کرو اور دین کو دنیا پر ترجیح دو۔ جب تک انسان اپنے اندر دنیا کا کوئی حصہ بھی پاتا ہے وہ یاد رکھے کہ ابھی وہ اس قابل نہیں کہ دین کا نام بھی لے۔ یہ بھی ایک غلطی لوگوں کو لگی ہوئی ہے۔ کہ دنیا کے بغیر دین حاصل نہیں ہوتا۔ انبیاء علیہم السلام جب دنیا میں آتے ہیں۔ کیا انہوں نے دنیا کے لئے سعی اور مجاہدہ کیا ہے یا دین کے لئے؟ اور باوجود اس کے کہ اُن کی ساری توجہ اور کوشش دین ہی کے لئے ہوتی ہے۔ پھر کیا وہ دنیا میں نامراد رہے ہیں۔ کبھی نہیں۔ دنیا خود ان کے قدموں پر آکر گری ہے۔ یہ یقیناً سمجھو کہ انہوں نے دنیا کو گویا طلاق دے دی تھی لیکن یہ ایک عام قانون قدرت ہے کہ جو لوگ خدا تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں وہ دنیا کو ترک کرتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ دنیا کو اپنا مقصود اور غایت نہیں ٹھہراتے اور دنیا ان کی خادم اور غلام ہو جاتی ہے۔ جو لوگ برخلاف اس کے دنیا کو اپنا اصل مقصود ٹھہراتے ہیں خواہ وہ دنیا کو کسی قدر بھی حاصل کر لیں مگر آخر ذلیل ہوتے ہیں۔ حقیقی خوشی اور اطمینان اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے عطا ہوتا ہے۔ یہ مجرد دنیا کے حصول پر منحصر نہیں ہے اس لئے ضروری امر ہے کہ ان اشیاء کو اپنا معبود نہ ٹھہراؤ۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اسی کو یگانہ و یکتا معبود سمجھو۔ جب تک انسان ایمان نہیں لاتا کچھ نہیں اور ایسا ہی نماز روزہ میں اگر دنیا کو کوئی حصہ دیتا ہے تو وہ نماز روزہ اسے منزل مقصود تک نہیں لے جا سکتا۔ بلکہ محض خدا تعالیٰ کے لئے ہو جاوے

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

کا سچا مصداق ہو تب مسلمان کہلائے گا۔ ابراہیمؑ کی طرح صادق اور وفادار ہونا چاہیئے جس طرح پر وہ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ اسی طرح انسان ساری دنیا کی خواہشوں اور آرزوؤں کو جب تک قربان نہیں کر دیتا۔ کچھ نہیں بنتا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ جب انسان اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کو ایک جذبہ پیدا ہو جاوے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ خود اس کا متکفل اور کارساز ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ پر کبھی بدظنی نہیں کرنی چاہیئے۔ اگر نقص اور خرابی ہو گی تو ہم میں ہو گی۔

پس یاد رکھو کہ جب تک انسان خدا تعالیٰ کا نہ ہو جاوے بات نہیں بنتی۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو جاتا ہے اس میں شتابکاری نہیں رہتی۔ مشکل یہی ہے کہ لوگ جلد گھبرا جاتے ہیں۔ اور پھر شکوہ کرنے لگ جاتے ہیں۔

سائل :- ابتدائی منزل اس مقصد کے حصول کی کیا ہے؟

حضرت اقدس :- ابتدائی منزل یہی ہے کہ جسم کو اسلام کا تابع کرے۔ جسم ایسی چیز ہے جو ہر طرف لگ سکتا ہے۔ بتاؤ زمینداروں کو کون سکھاتا ہے جو جیٹھ ہاڑ کی سخت دھوپ میں باہر جا کر کام کرتے ہیں اور سردیوں میں آدھی آدھی رات کو اُٹھ کر باہر جاتے اور ہل چلاتے ہیں پس جسم کو جس طریق پر لگاؤ اسی طریق پر لگ جاتا ہے۔ ہاں اس کے لئے ضرورت ہے عزم کی۔

کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ مٹی کھایا کرتا تھا۔ بہت تجویزیں کی گئیں مگر وہ باز نہیں رہ سکتا تھا۔ آخر ایک طبیب آیا اس نے دعویٰ کیا کہ میں اس کو روک دوں گا۔ چنانچہ اس نے بادشاہ کو مخاطب کر کے کہا۔

اَیُّھَا الْمَلِکُ اَیْنَ عَزْمُ الْمُلُوْکِ

یعنی اے بادشاہ۔ وہ بادشاہوں والا عزم کہاں گیا؟ یہ سُن کر بادشاہ نے کہا اب میں مٹی نہیں کھاؤں گا۔ پس عزم مومن بھی تو کوئی چیز ہے۔

سائل :- عزم کرتے تو آپ کی کیا ضرورت ہے؟

حضرت اقدس :- بات یہ ہے کہ جب نفوس صافیہ کا جذب ہوتا ہے تو ممد و معاون بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ صحابہ کے دل اچھے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایک رسول بھی پیدا کر دیا۔ ایسا ہی کہتے ہیں کہ مکہ سے جو مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ اس میں بھی یہی سِر تھا کہ وہاں کے اصلاح پذیر کا ایک جذب تھا۔"

(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد ہفتم صفحہ ۳۱۱ تا صفحہ ۳۱۸)

مدرسہ احمدیہ قادیان میں ایک دعوت استقبالیہ!

قادیان ۱۲/مارچ۔ آج بعد نماز عصر مدرسہ احمدیہ قادیان میں محترم مولانا شریف احمد صاحب امینی ناظر دعوۃ و تبلیغ کے اعزاز میں ایک دعوت استقبالیہ کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں تمام اساتذہ و طلبہ مدرسہ احمدیہ شریک ہوئے۔ سب سے پہلے چائے نوشی ہوئی۔ سنیکس اٹھیں لکھ کر چائے نوش کی بعدہٗ عزیزی ایم محمد نے تلاوت قرآن مجید کی۔ اس کے بعد جناب ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ مکرم مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری نے جملہ طلباء مدرسہ کا باری باری محترم مولانا صاحب سے تعارف کروایا۔ تعارف کے بعد محترم ہیڈ ماسٹر صاحب نے استقبالیہ تقریر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے محترم مولانا صاحب موصوف کے قادیان میں بطور ناظر دعوۃ و تبلیغ مقرر فرمائے جانے اور قادیان تشریف لانے پر آپ کو مبارکباد دی اور خوش آمدید کہا۔ اس کے بعد فرمایا کہ محترم مولوی صاحب موصوف کا مدرسہ احمدیہ سے قریبی اور گہرا تعلق ہے کیونکہ آپ اسی مدرسہ احمدیہ کے طالب علم رہے ہیں اور بعد حصول تعلیم اسی درسگاہ میں آپ کو سالہا سال تک بطور معلم و مربی خدمات سر انجام دینے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس کے بعد آپ کو حضرت امیر المومنین کی طرف سے ہندوستان میں بطور مبلغ بھجوایا گیا۔ اس فریضہ کو بھی آپ نے خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔ آپ نے درخواست کی کہ محترم مولوی صاحب اپنے ذاتی تجربے کی بناء پر عزیز طلبہ کو مستفید فرمائیں اور ان کے حق میں دعا فرمائیں۔

اس ایڈریس کے جواب میں محترم مولانا شریف احمد صاحب امینی نے ایک برجستہ اور مفید تقریر فرمائی جس میں آپ نے عزیز طلباء کو زریں نصائح سے نوازا اور انہیں ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ اپنے اصل مقصد کو ہر وقت پیش نظر رکھیں اور اطاعت کو لازم پکڑیں۔ نیک نیتی سے محنت کرتے چلے جائیں۔ اللہ تعالیٰ برکت ڈالے گا انشاء اللہ۔ بعد اجتماعی دعا یہ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک!

(جاوید اقبال اختر)

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کی تشویشناک علالت اور درخواست دعا

قادیان ۱۵/امان (مارچ)۔ آج بذریعہ تار ربوہ سے محترم ناظر صاحب خدمت درویشان نے حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کی صحت کے متعلق مورخہ ۹/۳ کی اطلاع دی ہے کہ سیدہ ممدوحہ کی حالت گزشتہ چند دنوں سے تشویشناک صورت اختیار کر گئی ہے۔ اور بتدریج صحت گرتی چلی جا رہی ہے۔

احباب جماعت حضرت سیدہ ممدوحہ کی صحت کاملہ و عاجلہ اور درازی عمر کے لئے درد دل سے دعائیں جاری رکھیں۔

امیر جماعت احمدیہ قادیان

ولادت

پورٹ لینڈ (امریکہ) سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ مکرم ڈاکٹر محمد حسین صاحب ساجد و محترمہ صدیقۃ الدین ساجد صاحبہ کو اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۱۰/۲ کو دوسرا لڑکا عطا فرمایا ہے۔ عزیز نومولود کا نام "شعیب ساجد" رکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ عزیز کو صحت و سلامتی کی لمبی زندگی دے اور خادم دین بنائے۔ محترمہ صدیقۃ الدین ساجد صاحبہ، حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحبؓ کی پوتی ہیں۔

(حضرت صاحبزادہ) مرزا وسیم احمد۔ قادیان

خطبہ جمعہ

قرآن کریم کا بے مثل و مانند ہونا خدا تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت پر ایک واضح اور زبردست دلیل ہے

قوت بشریہ کی بنائی ہوئی چیز کی نظیر لانا ممکن ہے لیکن اللہ کے دست قدرت سے نکلی ہوئی چیز کی مثل بنانے کی انسان قدرت نہیں رکھتا

قرآن کریم کی سورۃ فاتحہ میں جو سراسر روحانی اور مذہبی اقتصادی اور اخلاقی علوم پائے جاتے ہیں وہ ساری بائیبل میں نہیں پائے جاتے

اگر کوئی عیسائیت کے بڑے شخص ہیں اسکے خلاف دعویٰ کرے تو جماعت احمدیہ آج بھی ثابت کر دیگی کہ اسکا یہ دعویٰ غلط اور باطل ہے

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۱۳ فتح ۱۳۴۵ ہش مطابق ۱۳ دسمبر ۱۹۶۶ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ

تشہد و تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا درج ذیل شعر پڑھا ہے

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے

اس کے بعد فرمایا:۔

"اس زمانہ میں الحاد اور دہریت بہت پھیل گئی ہے لیکن اسلام نے خدا تعالیٰ کی ذات و صفات کے متعلق اور اس کی وحدانیت کے متعلق ہمیں

بڑے زبردست دلائل

بتائے ہیں ہمارا یہ فرض ہے کہ اس دہریت کے زمانہ میں خود بھی ان دلائل پر غور کرتے رہیں اور ان کو اپنے ذہن میں حاضر رکھیں اور آنے والی نسلوں کو بھی یہ دلائل بتاتے رہیں تاکہ دہریت کا یہ زہر جو آج کی زندگی میں پھیلا ہوا ہے اس سے ہم اور ہماری نسلیں محفوظ رہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتب میں بڑی کثرت سے خدا تعالیٰ کی ذات کے متعلق ہستی باری تعالیٰ کے متعلق ایسے زبردست دلائل دئے ہیں جن کا جواب کوئی دہریہ نہیں دے سکتا۔ اس وقت میں صرف ایک دلیل لوں گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں — اور یہ بات ظاہر ہے بچے بھی اس کو سمجھ جائیں گے کہ جس چیز کو انسانی قوتوں نے بنایا ہے اس چیز کے بنانے پر انسانی قویٰ قادر ہیں۔ جو چیز انسان کے ہاتھ سے بنی ہے انسانی ہاتھ اسے بنا سکتا ہے تبھی تو وہ بن گئی۔ تو جس چیز کو انسانی طاقت نے اور اس کی قوتوں نے بنایا ہے انسان کی طاقت اور قوت اس کے بنانے پر قادر ہے اس واسطے انسان کے ہاتھ کی بنی ہوئی کوئی چیز بھی

بے نظیر اور بے مثل

نہیں ہے ایک انسان نے بنائی دوسرا بھی بنا سکتا ہے۔

چنانچہ جب ہم انسانی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو انسان ہمیں شروع سے ہی ایک جد و جہد کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ ایک نسل دنیوی لحاظ سے کچھ پیدا کرتی ہے اور اس کے بعد آنے والے صرف اس حد تک [illegible] بلکہ اس سے بہتر بنا سکتے ہیں آپ پڑھتے رہتے ہیں کہ ہمارے ملک میں [illegible] کی طرح سے ہر سال [illegible] اعلانات ہوتے ہیں کہ گذشتہ کا فلاں [illegible] تھا اس سے بہتر [illegible] نے بنایا ہے اور وہ بڑا اچھا ہے۔ [illegible] کاریں انسانی ضرورت کو پورا کر رہی ہیں اور [illegible] سال ہو رہی ہیں کار کی صنعت کی تاریخ پر اگر ہم نظر ڈالیں تو ایک وقت میں دنیا [illegible] ہوا کہ انسانی طاقت سے کار بنانی اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ اب انسانی طاقت کار نہیں بنا سکتی۔ انسانی طاقت نے کار بنائی انسانی طاقت کار بنا سکتی ہے۔ پھر یہ اعلانات آنے شروع ہوئے کہ ولڈ

کی ساری فرمیں یہ اشتہار دیتی ہیں کہ ۷۴ کا ماڈل آ گیا جو ۷۳ کے ماڈل سے زیادہ اچھا ہے فورڈ ایک کار ہے اس کی طرف سے اعلان ہوتا ہے یہاں جاپانی کاریں ٹیوٹا وغیرہ آئی ہوئی ہیں ان کی طرف سے یہ اعلان ہوتا ہے۔ ہم نے پچھلے ماڈل کی نسبت بہتر ماڈل بنا دیا جس سے صرف یہی نہیں کہ انسان کی طاقت نے جو بنایا دوسرے انسان کی طاقت میں ہے کہ وہ بھی بنا سکے بلکہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اس دنیوی زندگی میں بھی ... انسانی نسل کو اس دنیوی زندگی میں بھی

بے انتہا ترقیات کی طاقت

دی ہے۔ انسان بھی تو خدا تعالیٰ کے دست قدرت سے پیدا ہوا ہے نا۔ غرض انسان نے کار بنائی ایک بڑی بے ڈھنگی سی کار۔ زمین سے تین فٹ اونچی اٹھی ہوئی۔ ابھی تک وہ انہوں نے اپنے میوزیمز میں رکھی ہوئی ہیں اور لوگ اس پرانی کار کو دیکھنے کے لئے پیسے دے کر ٹکٹ لے کر میوزیم میں جاتے ہیں یورپ کے مختلف ممالک اور انگلستان اور امریکہ وغیرہ میں اور آج سے جو ۷۰۔ ۸۰ سال پرانی کار تھی اگر کسی نے اس کا پنجر صحیح حالت میں صحیح شکل میں رکھا ہوا ہے تو اس کی بڑی قیمت پڑ جاتی ہے۔ اس کی تاریخی قیمت ہے کہ انسان ایک وقت میں ایسی کار بنایا کرتا تھا اور پھر اس نے ترقی کی اور ۷۰۔ ۸۰ سال کے بعد اب ایسی کار بنانا شروع کر دی پس جو چیز قوت بشریہ نے بنائی انسانی طاقت اس کے بنانے پر قادر ہے اور اس سے بہتر بنانے پر قادر ہے۔ یہ بڑی موٹی بات ہے بچہ بڑا عورت مرد سب اس مسئلے کو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔

لیکن جو چیز اللہ تعالیٰ کے دست قدرت سے نکلی وہ بے مثل و مانند ہے انسان وہ بنا ہی نہیں سکتا نہ آج تک کسی انسان نے بنائی نہ انسان وہ بنا سکتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک اور جگہ اپنے منظوم کلام میں فرمایا ہے کہ بشر کیڑے کا ایک پاؤں بھی نہیں بنا سکتا۔ اور یہ حقیقت ہے اب بڑی عمر میں انسان کے دانت گرنے شروع ہو جاتے ہیں کسی کی بڑی عمر دانتوں کے لحاظ سے جلدی شروع ہو جاتی ہے کسی کی دیر کے بعد تو انسان بھی مصنوعی دانت بناتا ہے لیکن جو دانت خدا نے بنایا ہے ویسا دانت وہ بنا ہی نہیں سکتا کیا سمجھ کہہ سکتے ہیں کہ انسان نے دانت بنا دیا۔ میں کہتا ہوں انسان نے دانت نہیں بنایا بلکہ اس کی نقل بنائی ہے۔ خدا تعالیٰ نے جو دانت بنایا ہے اس کے اندر ایک نرو (NERVE) ہوتا ہے اور اس نرو (NERVE) کا تعلق خدا تعالیٰ نے انسان کے سارے جسم کے اعصاب (NERVES) کے ساتھ باندھ دیا ہے یہ ہے

خدا کا بنایا ہوا دانت

لیکن یہ اس کا ایک پہلو ہے ورنہ خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے دانت کے تو اور بے شمار پہلو ہیں میں آپ کو مثال سمجھانے کے لئے اس کا ایک پہلو

ہوا ہوا ہو۔ خدا نے جو دانت بنایا ہے اس کے وسط میں ایک نرو (NERVE) قریباً نیچے تک رکھا ہوا ہے اور اس کو ڈھانکنے کے لئے اس کی کورنگ (COVERING) بنائی ہے اس نرو (NERVE) کا تعلق سارے جسم کے نروز (NERVES) سے ہے۔ جب کبھی درد ہو تو انسان کا سارا جسم بےچین ہو جاتا ہے اس کی درد کو سارے اعصاب اس کے ساتھ محسوس کرتے ہیں اور انسان کو بےچین کر دیتے ہیں لیکن آپ نے کبھی نہیں سنا ہوگا کہ "انسان" نے جو دانت بنایا ہے اس میں کبھی درد بھی ہوئی اور اس دانت کے نتیجہ میں ایک انسان ساری رات جاگتا رہا۔ اور کروٹیں بدلتا رہا اور اس کو نیند نہیں آئی۔ اس میں درد ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ اس میں نروز (NERVES) ہی نہیں۔ وہ دانت خدا کے بنائے ہوئے دانت کی طرح ہے ہی نہیں لیکن خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے دانت میں جو نرو (NERVE) ہے اگر اس میں تکلیف ہو تو انسان ساری رات سو ہی نہیں سکتا یہ میں نے صرف ایک بات بتائی ہے جو انسان کے بنائے ہوئے دانت اور اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے دانت کے درمیان اختلاف ظاہر کرتی ہے ورنہ سینکڑوں اختلافات ان میں پائے جاتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو یہ فرمایا ہے کہ انسان کیڑے کا ایک پاؤں بھی نہیں بنا سکتا۔ اس سلسلے میں مجھے ایک واقعہ یاد آیا انسان نے الیکٹرانک مائیکروسکوپس بنائی ہیں یعنی ایسی الیکٹرانک خوردبین جو چیز کو بہت زیادہ بڑا کر کے دکھاتی ہے۔ ہماری پنجاب یونیورسٹی میں وہ نئی نئی پہنچی تھی۔ میں پرنسپل تھا تو ہمیں تنگ کیا کرتے تھے کہ ہمیں ایم ایس سی کی اجازت نہیں دے سکتے کیونکہ تمہارے پاس تو الیکٹرانک خوردبین بھی نہیں ہے۔ حالانکہ ایم ایس سی کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے اور خود ان کو تحفۃً ملی ہوئی تھی جس کا وہ استعمال نہیں کر سکتے تھے۔ ایک دفعہ میں لاہور گیا تو میں نے کہا یہ ہمیں تنگ کرتے ہیں۔ میں ان سے مزاح کروں۔ چنانچہ میں وہاں چلا گیا میں نے کہا مجھے دکھاؤ، بڑی اچھی چیز ہے کس نے تحفہ دی؟ کس ملک سے آئی وغیرہ ان کی باتوں سے مجھے پتہ لگا کہ انہوں نے اس کو بس ایک

"مقدس آرنمنٹ"

چیز بنا کر رکھا ہوا ہے۔ اور اس کو استعمال کرنا بھی نہیں جانتے ان کو شرمندہ کرنے کے لئے میں نے کہا کہ بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے فرمایا ہے کہ جو چیزیں خدا تعالیٰ کے دستِ قدرت سے نکلی ہیں انسان ویسی نہیں بنا سکتا اور مثال دی ہے کہ کیڑے کا پاؤں بھی نہیں بنا سکتا تو مجھے بڑی خوشی ہوئی یہ دیکھ کر کہ تمہارے پاس اتنی زبردست خوردبین آگئی ہے۔ آپ نے ہمیں جو دلیل دی ہے اس کی وضاحت کے لئے ایک چیونٹی کے پاؤں کی مجھے تصویر لے دو۔ وہ الیکٹرانک خوردبین تصویر بھی لیتی ہے تو وہ لوگ میرا منہ دیکھنے لگے۔ چنانچہ پتہ لگا کہ انہوں نے کبھی استعمال ہی نہیں کی۔ اور نہ استعمال کرنی آتی ہے۔ لیکن جنہوں نے وہ بنائی ہے وہ اسے استعمال کر رہے ہیں۔ چنانچہ جب ہم چیونٹی کے پاؤں کو بڑا کر کے میگنیفائی (MAGNIFY) کر کے اس کی تصویر لیتے ہیں تو اس کے اندر بھی اس چھوٹی سی چیز میں بھی خدا تعالیٰ نے ایک دنیا سمیٹی ہوئی ہے اور انسان ویسا بنا نہیں سکتا۔

ویسے تو ہر چیز جو خدا تعالیٰ نے پیدا کی اس کی ذات پر دلیل بنتی ہے۔ ہر چیز کا بے مثل و مانند ہونا یعنی ایسا ہونا کہ اس جیسی چیز انسان نہیں بنا سکتا۔ اس سے بڑھ کر تو سوال ہی نہیں اس جیسی چیز بھی انسان نہیں بنا سکتا یہ بات

ایک محکم دلیل

قائم کرتی ہے خدا تعالیٰ کی ذات پر اور اس کی ہستی پر لیکن میں نے آپ سے کہا تھا کہ اس وقت میں صرف ایک دلیل بیان کروں گا سو وہ دلیل قرآن عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے ذریعہ نازل ہونے والی ایک ایسی کتاب جو لفظاً محفوظ کی گئی۔ اس کے اندر کوئی تبدیلی انسان کی شرارت یا انسان کی جہالت یا انسان کی غفلت یا انسان کی بےپرواہی کر ہی نہیں سکتی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس کتاب کو اپنی حفاظت میں رکھا ہے اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے:-

"جو چیز محض قدرت کاملہ خدا تعالیٰ سے ظہور پذیر ہو خواہ وہ چیز اس کی مخلوقات میں سے کوئی مخلوق ہو خواہ وہ اس کی پاک کتابوں میں سے کوئی کتاب ہو جو لفظاً اور معناً اس کی طرف سے صادر ہو اس کا اس صفت سے متصف ہونا ضروری ہے کہ کوئی مخلوق اس کی مثل بنانے پر قادر نہ ہو"

(روحانی خزائن جلد ۱ براہین احمدیہ) صفحہ ۱۴۹

قرآن کریم کا یہ دعویٰ ہے کہ میں بےمثل و مانند ہوں یہ نہیں ہے کہ اس کو اپنے بےمثل ہونے کے لئے کسی انسان کی مدد کی ضرورت ہے بلکہ خود قرآن کریم کا یہ دعویٰ ہے کہ

قرآن کریم بے مثل و مانند ہے

قرآن کریم نے دو تین جگہ اپنے مضمون کے لحاظ سے اس بات کا مطالبہ کیا ہے کہ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ الہامی کتاب نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں نہیں اور یہ لفظاً اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل نہیں ہوئی تو اس جیسی کوئی کتاب (یا سورۃ یا حصہ کا مطالبہ) بنا کر پیش کرو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ شان ہے کہ آپ کی تحریر اصولی طور پر ہر چیز کا احاطہ کر لیتی ہے آپ نے فرمایا کہ ایسی کتاب جو لفظاً اور معناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے صادر ہو۔ وہ اس صفت سے متصف ہوگی کہ اس کی مثل بنانے پر خدا تعالیٰ کی کوئی مخلوق قادر نہیں ہے۔ لفظاً تو واضح ہے کہ وہ کتاب جو لفظاً خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو اس کے الفاظ وحی کے ذریعے نازل ہوئے ہوں اور پھر اسی طرح محفوظ ہوئے ہوں اور محفوظ چلے آئے ہوں اور اس کے متعلق خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ ہو کہ قیامت تک کہ جب تک کے لئے یہ کتاب ہے وہ محفوظ چلتے چلے جائیں گے۔ لیکن "معناً" کے کیا معنی ہیں۔ ہر آدمی کے لئے اس کا سمجھنا آسان نہیں۔

"معناً کے معنی" کی رو سے قرآن کریم کی کسی تفسیر کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا ہے اس سے بہتر تفسیر پیش نہیں کی جا سکتی۔ یہ اس لئے ہے کہ

قرآن کریم کے بے شمار بطون

ہیں اور قرآن شریف نے دعویٰ کیا ہے کہ قیامت تک کے انسانی مسائل کو حل کرنے کی طاقت مجھ میں ہے۔ تو جو تفسیر قرآن کریم کی کسی آیت کی ہمارے دوسری صدی کے بزرگوں نے دنیا کے سامنے رکھی اس سے بہتر تفسیر مہدی معہودؑ نے چودھویں صدی کے اندر انسان کے ہاتھ میں دے دی۔ پس معناً کے لحاظ سے یہ مراد نہیں ہے کہ کسی انسان کی لکھی ہوئی تفسیر سے بہتر نہیں پیش کی جا سکتی۔ بلکہ معناً سے مراد یہ ہے کہ وہ معناً خدا تعالیٰ کی طرف سے آئی ہو اور اس لحاظ سے وہ بے مثل و مانند ہو اس کے سمجھانے کے لئے میں یہ مثال دوں گا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر عیسائیوں نے یہ اعتراض کر دیا کہ جب آپ کے نزدیک بھی بائیبل خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور خدا تعالیٰ کے نبیوں پر نازل ہونے والی کتب کا مجموعہ ہے تو جب آپ کے نزدیک بائیبل بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے جو اتنی موٹی کتاب ہے تو قرآن کریم جو حجم میں اس سے چھوٹا ہے اس کی کیا ضرورت پیش آئی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بات کا جواب دیتے ہوئے لمبی بحث میں نہیں گئے۔ اس وقت میرے ذہن میں نہیں ممکن ہے اس کے متعلق بھی اصولی اشارے ہوں لیکن آپ نے جو جواب دیا وہ یہ تھا کہ قرآن کریم کی بات نہ کرو اگر تم قرآن کریم کے شروع میں سورہ فاتحہ کا مقابلہ کر کے دکھا دو جو سات چھوٹی آیات پر مشتمل

ایک چھوٹی سی سورت

ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ چھاپنے والے سورۂ فاتحہ کو ہمیشہ ایک صفحہ پر چھاپتے ہیں۔ یعنی یہ نہیں کہ اس صفحہ پہ اوپر چند آیتیں سورۂ فاتحہ کی اور اس کے بعد سورہ بقرہ شروع کر دیں بلکہ صفحے کے درمیان میں سورہ فاتحہ آئی ہوئی ہوتی ہے اور باقی صفحہ کو انہوں نے نقش و نگار سے سجایا ہوتا ہے۔ چھوٹی سی

سورۃ ہے تو آپ نے فرمایا کہ یہ جو چھوٹی سی سورۃ قرآن شریف کے شروع میں سورۂ فاتحہ ہے اگر تم اپنی اتنی بڑی کتاب بائیبل سے وہ روحانی علوم و اسرار جو اس چھوٹی سی سورۃ میں پائے جاتے ہیں نکال کر دکھا دو تو ہم سمجھیں گے کہ تمہارے پاس کچھ ہے تم نے بات شروع کر دی سارے قرآن کی۔ تمہاری کتاب تو سورۂ فاتحہ کا مقابلہ نہیں کرتی۔ لمبا زمانہ گزر گیا۔ عیسائی پادریوں نے سوچا کہ یہ جو چیلنج دیا گیا ہے قرآن کریم اور بائیبل کے موازنہ کا ہمارے خاموش رہنے سے دنیا اس کو بھول جائے گی اس لئے جب میں ۱۹۶۷ء میں اپنی خلافت کے زمانہ میں پہلی بار یورپ گیا تو ڈنمارک میں عیسائی پادریوں نے مجھ سے ملاقات کی خواہش کی میں نے انہیں وقت دیا باتیں ہوتی رہیں۔ جب وہ جانے لگے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہی چیلنج میں نے ان کو دیا جو کہ دراصل تو اس اعتراض کا جواب تھا کہ بائیبل جو موجود ہے تو قرآن کریم کی کیا ضرورت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بائیبل تو ہے لیکن اس میں سورہ فاتحہ جیسے

علوم روحانی اور اسرار

موجود نہیں ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ کا انگریزی ترجمہ کروایا ہوا تھا۔ چنانچہ جس وقت وہ جانے لگے تو میں نے آپ کے الفاظ میں چیلنج ان کو دیا۔ میں نے کہا کہ میں نے آپ کو دوران گفتگو یہ چیز اس لئے نہیں پکڑائی تھی کہ اس وقت آپ سمجھتے کہ ہم فوری طور پر کیسے جواب دے سکتے ہیں تو میں آپ سے ایسا مطالبہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ جس کو آپ فوری طور پر منظور کر کے اس کا جواب نہ دے سکیں۔ اس لئے جب ہم باہر نکل آئے اور میں آپ کو الوداع کہہ رہا ہوں۔ میں آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اقتباس دیتا ہوں اور پھر میں نے انہیں کہا کہ تم میں سے کوئی شخص یہ نہ سوچے کہ جس نے عیسائیت کو اس مقابلے کی طرف بلایا تھا۔ اس کا تو ۱۹۰۸ء میں وصال ہو گیا۔ اب ہم جواب دیں تو کس کو جا کر دیں میں نے کہا کہ میں آپ کا نائب اور خلیفہ موجود ہوں تم جواب دو اور میں اسے قبول کر دوں گا اور پھر مقابلہ ہو جائے گا۔ غرض میں نے انہیں کہا کہ یہ لے جاؤ سر جوڑو، سارے پادری اکٹھے ہو کر مشورے کرو اور مجھے اس کا جواب دو۔ یہ ۱۹۶۷ء کی بات ہے۔

پچھلے سال ڈنمارک سے ایک صحافی یہاں آئے ہوئے تھے وہ مجھے کہنے لگے کہ پادری تو وہاں آپ کے خلاف یہ پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ آپ نے ان پر سختی کی سچی بات جب کر دی لگتی ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ سختی کی (یہاں بھی بعض یہی کہتے ہیں) میں نے اس صحافی کو جو دہریہ تھا یا عیسائی تھا۔ واللہ اعلم کیا تھا۔ بہرحال وہ مسلمان نہیں تھا میں نے اسے کہا میں نے تو سختی نہیں کی میں نے تو ان سے یہ بات کہی تھی کہ سورہ فاتحہ جو

قرآن کریم کی ابتداء میں

ایک چھوٹی سی سورۃ ہے اس سورۃ میں جو اسرار روحانی اور مذہبی علوم اور اخلاقی علوم اور اقتصادی علوم پائے جاتے ہیں بائیبل سے ان کے مقابل میں پیش کرو۔ عظیم ہے قرآن کریم کی ہر سورۃ اور سورہ فاتحہ کو سارے قرآن کریم کا خلاصہ کہا جاتا ہے۔ بائیبل میں وہ علوم نہیں ہیں عیسائیوں نے جو اعتراض کیا تھا اس کے جواب میں ان کو یہ کہا تھا کہ اس میں مقابلہ کرو اور انہوں نے اسے قبول نہیں کیا۔ ۱۹۶۷ء میں میں نے پھر ان کو مقابلہ کے لئے بلایا تھا۔ اور آٹھ نو سال ہو گئے ہیں لیکن انہوں نے اب بھی اسے قبول نہیں کیا کہنے لگا اچھا یہ بات ہے تو پھر میں جا کر ان کی خبر لوں گا۔

"معناً" سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ دروازہ بند کیا ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ جو تفسیر میں نے کی ہے اس کا مقابلہ کر کے دکھاؤ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جو تفسیر اللہ تعالیٰ نے مجھے سکھائی ہے تو وہ اور بات ہے۔ مثلاً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے مسائل جو آگے پیدا ہونے والے ہیں۔ قرآن کریم سے بتائے ہیں اور آپ نے آج کے مسائل تفصیلاً اور جو بعد میں ان کا بیج بیان کیا ہے آپ کا ایک فقرہ ایک چھوٹا سا بیج ہوتا ہے اس

پھر کئی آدمی کئی خطبے دے سکتے ہیں ان میں بہت بڑا مضمون بیان ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم نے اپنے معنوں کا بھی اعلان کیا ہے۔ وہ لفظاً اور معناً خدا کی طرف سے ہے یعنی قرآن کے وہ معانی جن کی طرف قرآن کریم اشارہ کر رہا ہے قرآن کریم نے متعدد جگہ متعدد آیات میں اس طرف اشارہ کیا ہے کہ قرآن کریم میں قیامت تک کی ضروریات کے لئے اخلاقی اور

روحانی اور ذہنی جلا

کے لئے جس تعلیم کی ضرورت ہے وہ اس کے اندر موجود ہے۔ یہ معنی ہیں کہ جو لفظاً اور معناً خدا کی طرف سے ہے یعنی جس کے بطون غیر محدود ہیں) انسان کا بنایا ہوا کوئی ایسا کلام نہیں جو قرآن کریم کے مقابلہ میں پیش کیا جا سکے اس لئے قرآن کریم لفظاً اور معناً خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ کلام ہے خود قرآن کریم نے کہا ہے اصولی طور پر کہ میرے اندر کس قسم کے معنی ہیں اور خدا تعالیٰ کے نیک بندے پچھلے چودہ سو سال سے خدا تعالیٰ سے سیکھ کر نئے سے نئے علوم قرآن کریم سے نکال کر انسان کے سامنے پیش کرتے چلے آئے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے اس عظیم کلام کی عظمت کو انسان پر ظاہر کرتے چلے آئے ہیں۔

آج انسان پر قیامت تو نہیں آگئی۔ انسان زندہ ہے اور ہمارے نزدیک کم از کم کچھ اوپر نو صدیاں ہیں جنہیں خدا تعالیٰ کی حکمت کاملہ اسلام کو تمام مذاہب باطلہ پر غالب رکھتے ہوئے (یہ غلبہ تو آئندہ قریباً سو سال کے اندر ہو جائے گا) ایک حسین معاشرہ دنیا میں قائم کر کے نوع انسانی کو اس دنیا پر زندہ رکھے گی۔ اور حسین معاشرہ میں او نچ نیچ بھی ہے وہ تو انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے قرآن کریم کا یہ دعویٰ ہے اگر آج کا انسان دعویٰ کرے کہ میں اس کی مثل دنیا میں لفظاً و معناً بنا سکتا ہوں ہم ثابت کریں گے کہ نہیں بنا سکتا۔ جس وقت قرآن کریم نازل ہوا اس وقت عربوں میں لکھنے کی عادت نہیں تھی لیکن ان کے حافظے اتنے تیز تھے اور عربی زبان سے ان کا شغف اور پیار اتنا تھا کہ سینکڑوں آدمیوں کو ہزاروں کی تعداد میں عربی کے شعر یاد تھے اور عربی زبان کو اتنی اہمیت دی جاتی تھی کہ جو چوٹی کے شعراء کی بلند پایہ نظمیں ہوتی تھیں وہ خانہ کعبہ میں لٹکا دی جاتی تھیں۔ یعنی اپنے خیالِ خام میں

خانہ کعبہ کی عظمت

کے ساتھ اس کلام کی عظمت کو ملا دیا جاتا تھا لیکن اس وقت کے عربی دان غیر مسلم کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ یہ کہے کہ میں قرآن جیسا کلام پیش کر سکتا ہوں جو لفظاً اور معناً ان خوبیوں پر مشتمل ہو۔ جن پر قرآن کریم مشتمل ہے۔ اور آج تک قرآن کریم کو اپنی زبان میں استعمال کرنے والے عیسائی یہ دعویٰ نہیں کر سکے اور نہ کر سکتے ہیں اور اگر کوئی جاہل جہالت کے جوش میں یہ دعویٰ کرے تو خدا کے فضل سے جماعتِ احمدیہ ثابت کرے گی کہ وہ اپنے دعویٰ میں غلط ہے جماعتِ احمدیہ ثابت کرے گی اور انسان کو مطمئن کرے گی کہ یہ دعویٰ غلط ہے آئندہ نوع انسان کی اتنی لمبی زندگی ہے اور اس وقت دنیا میں چوٹی کے غیر مسلم عربی دان موجود ہیں کیوں وہ مقابلے کے اس چیلنج کو جو خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں دیا ہے قبول نہیں کرتے کہ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ خدا کا کلام نہیں تو اس کی ایک مثل پیدا کر دو۔ لکھو، کوئی تحریر لاؤ۔ ساری کتاب نہ سہی کوئی چھوٹا سا ٹکڑا لاؤ۔ کسی جگہ دس آیتوں کا مطالبہ کیا ہے۔ کسی جگہ سورت کا مطالبہ کیا ہے میں ان کی تفصیل میں جا کر مطالبات کی حکمت بتانے کے لئے اس وقت کھڑا نہیں ہوا غرض قرآن کریم کا بے مثل و مانند ہونا اور قرآن کریم کا ابتدائے نزول سے ہی دنیا کو ایک چیلنج دینا کہ اگر ہمت ہے تو میرے مقابلہ پر آؤ اور دنیا کا اسے قبول نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کلام انسان کی طاقت سے نازل نہیں ہوا۔ نہ بنایا گیا کیونکہ جو چیز قوائے بشریہ سے بنتی ہے وہ بے مثل و مانند ہوتی ہی نہیں ہمارا مشاہدہ یہ ہے ہماری عقل یہ کہتی ہے ہماری تاریخ یعنی انسان کی تاریخ یہ بتاتی ہے۔ ابھی میں نے مختصراً اس کی طرف اشارہ کیا تھا۔

پس

قرآن کریم کا بے مثل و مانند ہونا

اس بات پر زبردست دلیل ہے کہ اللہ واحد و یگانہ موجود ہے اور یہ کلام خدائے واحد و یگانہ کی طرف سے نازل ہوا ہے اس وقت سب سے بڑی طاقت جو دہریت کی علمبردار ہے وہ کمیونسٹ رشیا (روس) ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ خدا ہے ہی نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر خدا نہیں ہے تو قرآن کریم کے چیلنج کو قبول کرو تمہارے اپنے ملک میں بہترین عربی دان موجود ہیں دنیا میں عربی کلام سے محبت کرنے والے عربی زبان سے محبت کرنے والے چوٹی کے ماہر غیر مسلم موجود ہیں کسی مذہب کی طرف منسوب ہونے والے غیر مسلم بھی موجود ہیں اور خدا کا انکار کرنے والے غیر مسلم بھی موجود ہیں چنانچہ اتنی زبردست دعوتِ مقابلہ تمہیں دی گئی ہے خالی تمہارا یہ شور مچاتے رہنا کہ خدا نہیں ہے ایک عقلمند انسان جس کے سامنے یہ دلیل رکھی جائے اور اس قسم کے اور دلائل رکھے جائیں وہ تمہاری بات نہیں مان سکتا کیونکہ جہاں بہت سی ایسی دلیلیں ہوں گی جن کے ساتھ دعوتِ مقابلہ نہیں ہے وہاں ہم سینکڑوں ایسے دلائل پیش کر سکتے ہیں۔ جن کے ساتھ دعوتِ مقابلہ بھی دیں گے قرآن کریم نے کھلے طور پر اپنا کلامِ الٰہی ہونا ذاتِ باری پر دلیل ٹھہرایا ہے۔ یہ بڑی زبردست دلیل ہے اور اس نے یہ چیلنج دیا ہے تحدی کے ساتھ یہ دعوتِ مقابلہ دی ہے کہ آؤ اور میرا مقابلہ کرو محض یہ کہہ دینا کہ خدا نہیں ہے اور خدا کے نہ ہونے پر کوئی ایسی دلیل پیش کرنے پر قادر نہ ہونا جو ہماری عقل کو منوا دے اور خدا کے ہونے پر ہماری طرف سے ایسے دلائل پیش ہو جانے جن دلائل کو توڑنے پر تمہارا قادر نہ ہونا اور اس کے باوجود یہ کہنا کہ جی خدا تعالیٰ نہیں ہے یہ تو ظاہر ہے کہ غیر معقول بات ہے۔ بہرحال اس وقت خدا تعالیٰ کی ہستی پر

ایک زبردست دلیل

جو ہمیں دی گئی ہے وہ قرآن کریم ہے۔ یعنی قرآن کریم کا بے مثل و مانند ہونا۔ لیکن انسان کے ہاتھ سے تیار کردہ ہر چیز کا اس صفت سے متصف نہ ہونا۔ بلکہ دوسرے انسان کا ویسے ہی بنا لینا یا اس سے بہتر بنا لینا اور قرآن کریم کی مانند ایک چھوٹا سا ٹکڑا بھی نہ بنا سکنا اور قرآن کریم کی اس دعوتِ مقابلہ کو منظور کرنے سے گریز کرنا کہ اگر یہ خدا کا کلام نہیں تو اس کی مثل پیش کرو کیونکہ اگر قرآن کریم خدا کا کلام نہیں تو پھر انسان کا کلام ہے اور جیسا کہ میں نے شروع میں کہا ہے چیز جو انسان بنائے جو انسان کی طاقت سے نکلی ہو خواہ وہ اس کی بنائی ہوئی چیزیں موٹر وغیرہ ہوں یا اس کا کلام ہو وہ بے مثل و مانند ہوتا ہی نہیں۔ اگر تمہارے نزدیک قرآن کریم انسان کا بنایا ہوا کلام ہے تو تمہارے جیسے انسانوں کو یہ طاقت ہے کہ تم اس جیسا بنا سکو کیونکہ تم بھی انسان ہو اگر قرآن کریم کو انسانی طاقت نے بنایا ہے تو تمہاری (انسانی) طاقت اس کی مثل و مانند بنا سکتی ہے لیکن تم اس طرف آتے نہیں اور اسی طرح تم اس بات کا اعلان کرتے ہو کہ تم میں انسانی طاقتوں کا عروج ہونے کے باوجود

قرآن کریم کا مقابلہ کرنے کی طاقت

نہیں ہے تمہارا یہ دعویٰ ہے اور ایک حد تک یہ واقعہ بھی ہے کہ دنیوی لحاظ سے یہ دہریہ ممالک بہت ترقی یافتہ ہیں تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ تم ہو یا سب سے ترقی یافتہ ممالک میں سے تم ہو اور دنیوی لحاظ سے آج کا مسلمان بہرحال کمزور ہے اور دنیوی لحاظ سے آج کی احمدیت بہت ہی زیادہ کمزور ہے پس اتنی بڑی طاقت رکھنے کے باوجود ایک چھوٹی سی جماعت کے مقابل اس دلیل قرآنی کو توڑنے کے قابل نہ ہونا کہ خدا نے یہ کہا اور ہم خدائے واحد و یگانہ پر ایمان لاتے ہیں اور خدا کے کلام پر ایمان لاتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ کوئی انسانی طاقت قرآن کریم کی مثل و مانند بنانے پر قادر نہیں خواہ وہ انسانی طاقت روس جیسی زبردست طاقت ہو یا امریکہ جیسی زبردست طاقت یا چین جیسی زبردست طاقت ہی کیوں نہ ہو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ

قرآن کریم خدا کا کلام ہے!

خدا تعالیٰ کی ہستی پر نہایت واضح اور معقول دلائل موجود ہیں۔ ایک ہے عقل کا دائرہ۔ عقل یہ کہتی ہے کہ ہماری سمجھ میں نہیں آیا یا عقل اسی طرح اور بہت سی باتیں کہتی ہے اس پر بھی کسی وقت توفیق ملی تو تفصیل سے روشنی ڈالوں گا۔ بعض چیزوں کے متعلق عقل یہ کہتی ہے کہ عقلاً یہ بات نہیں ہو سکتی۔ مثلاً عقل یہ کہتی ہے کہ ۱+۱+۱ ایک نہیں ہو سکتے بلکہ تین بنیں گے۔ یہ عقل کہتی ہے۔ پانچویں چھٹی جماعت کے طالب علم کو بھی پتہ ہوگا ایک + ایک + ایک تین بنتے ہیں ایک نہیں بنتا اسی طرح عقل یہ کہتی ہے ۵ + ۵ دس بنتے ہیں سو نہیں بنتا اگر کوئی یہ کہے کہ جی میرے پاس ایسے زبردست روحانی دلائل ہیں کہ ۵ + ۵ کو سو بنا دیتا ہوں تو عقل کہتی ہے کہ چلے جاؤ ہم نہیں تمہاری بات ماننے کے لئے تیار لیکن بعض جگہ عقل کہتی ہے کہ مجھے سمجھ نہیں آئی کیونکہ انسان کو صرف عقلی طاقتیں ہی نہیں دی گئیں بلکہ اس کو بالائے عقل طاقتیں بھی دی گئی ہیں اور قرآن کریم نے جہاں ان کا ذکر کیا ہے وہاں اس نے دلائل دیئے ہیں۔ اور بتایا ہے کہ جو بالائے عقل طاقتیں ہیں ان کے ثبوت کے لئے اس قسم کی باتوں کی ضرورت ہے بہرحال یہ تو ہستی باری تعالیٰ کے متعلق جو بہت

وسیع اور تفصیلی مضمون

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان کیا ہے اس کی باتیں ہیں۔

اس وقت میں پھر تیسری دفعہ یہ کہتا ہوں تاکہ بچوں کے ذہن نشین ہو جائے کہ جس چیز کو انسانی قویٰ نے بنایا ہے جس چیز کو انسانی طاقت نے بنایا ہے اس چیز کو انسانی طاقت بنا سکتی ہے۔ اگر نہ بنا سکتی تو یہ بھی درست نہ ہوتا کہ اس چیز کو انسانی طاقت نے بنایا جس چیز کو انسانی طاقت نے بنایا ہے انسانی طاقت بنا سکتی ہے اور جس چیز کو انسانی طاقت نہ بنا سکے اسے انسانی طاقت نے نہیں بنایا اور قرآن کریم کا یہ دعویٰ ہے کہ میرے جیسا کلام انسانی طاقت نہیں بنا سکتی۔ میں بے مثل و مانند ہوں اور بے مثل و مانند بنانے کی طاقت صرف اس ہستی کو ہے جو خود بے مثل و مانند ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ذاتِ باری پر علیٰ وجہ البصیرت ایمان رکھنے کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے اور اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا کرے کہ وہ لوگ جو دور چلے گئے ہیں۔ ہم عقلی دلائل کے ساتھ اور شاہدات اور تجربات کے ذریعہ ان کو اس بات کا قائل رکھیں کہ وہ غلطی پر ہیں اور نقصان اٹھا رہے ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ اور خدا کرے کہ وہ رجوع کریں اور جس طرح جماعت احمدیہ پر

اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں

نازل ہو رہی ہیں ساری بنی نوع انسان خدا تعالیٰ کی ان نعمتوں کے علیٰ وجہ البصیرت حصہ دار بنیں اور اس کے شکرگزار بندے بن کر اپنی زندگیوں کے دن گزارنے والے ہوں۔"

ولادت

مکرم محمود احمد صاحب سیکرٹری مال تیماپور کے ہاں بچی کی ولادت ہوئی ہے بچی کیپٹن وادو بہن ہے محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم محمود احمد صاحب نے درویش فنڈ، شکرانہ فنڈ اور اعانت بدر میں مبلغ پانچ پانچ روپے ادا فرمائے ہیں اور اپنے لئے اور بچی کی صحت و سلامتی کے لئے تمام بزرگان جماعت کی خدمت میں دعاؤں کی درخواست کی ہے۔

خاکسار: محمد فاروق انسپکٹر بیت المال

درخواستِ دعا

میرا لڑکا پرویز احمد اور میری لڑکی کوثر احمد آئی ایس سی کے فائنل یونیورسٹی کا امتحان امسال دیں گے احباب جماعت سے درخواست ہے کہ ان کی اعلیٰ کامیابی کے لئے دعا فرمائیں۔

گذشتہ سال پرویز احمد علالت کی وجہ سے امتحان نہ دے سکے اور ابھی بھی کمزور ہیں۔ دعا کریں کہ خدا انہیں صحتِ کلی عطا کرے۔ آمین

خاکسار: عزیز احمد چالی باسہ بہار

تقریر بر موقع جلسہ سالانہ قادیان دسمبر ۱۹۵۸ء

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۵۸ء کے تیسرے دن مورخہ ۲۸ دسمبر کو آخری اجلاس میں محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ناظر دعوت و امیر مقامی قادیان نے "سیرت مطہرہ مسیح موعود علیہ السلام" کے عنوان پر جو تقریر فرمائی اخبار بدر بابت "مسیح موعودؑ نمبر" کی مناسبت سے یکجائی طور پر شائع کی جا رہی ہے۔ چونکہ اس مضمون میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر جامع روشنی پڑتی ہے اس لئے باوجود قدرے طویل ہونے کے اس کا یکجائی طور پر شائع کیا جانا مناسب سمجھا گیا ——— (ایڈیٹر بدر)

اس وقت مجھے مختصر سے وقت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت پر کچھ کہنا ہے۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی پوزیشن کوئی معمولی نہیں آپ نے خدا تعالیٰ کے حکم اور اس کی وحی کے مطابق امام مہدی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا جو حقائق پر مبنی ہے۔

احادیث سے ثابت ہے کہ بانیٔ اسلام پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت میں سے صرف دو شخصوں کو اپنا سلام پہنچانے کا ارشاد فرمایا ہے۔ حضرت اویس قرنیؓ کو جو اگرچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوئے۔ لیکن اپنی عمر رسیدہ والدہ کی خدمت میں مشغول ہونے کی مجبوری کے باعث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہو کر بیعت کا شرف حاصل نہ کر سکے بایں ہمہ ان کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کا اندازہ اس ایک ہی بات سے بخوبی کیا جا سکتا ہے کہ جنگ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کے دو دندان مبارک شہید ہو گئے۔ حضرت اویس قرنیؓ کو حضورؐ کے دندان مبارک کی شہادت کی خبر ہوئی۔ لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کون کونسے دندان مبارک شہید ہوئے ہیں اس لئے حضورؐ سے کمال عشق اور وفور محبت کے پیش نظر حضرت اویس قرنیؓ نے اپنے سبھی دانت نکلوا دئے اس خیال سے کہ نہیں معلوم کہ میرے محبوب کے کونسے دانت شہید ہو گئے ہیں تا میں اس پہلو سے بھی حضورؐ سے ظاہری موافقت کر سکوں۔ بہر حال باوجودیکہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ آنحضرت کی زندگی میں ایک بار بھی حضور کے پاس حاضر نہ ہو سکے۔ لیکن ان کے دل میں محبت اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی دلی کیفیت معلوم ہونے کے سبب ... ہی سے حضورؐ نے انہیں خصوصیت سے سلام کا محبت بھرا پیغام پہنچانے کا ارشاد فرمایا ہے۔

حدیث نبوی کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت میں سے دوسرے نمبر پر حضرت امام مہدی علیہ السلام کو پیغام پہنچانے کا ارشاد فرمایا ہے بلکہ بعض روایات میں تو اس قدر تاکید کی گئی ہے کہ تم کو پہاڑوں کے اوپر بھی برف کے اوپر سے گھٹنوں کے بل چل کر بھی امام مہدی اور مسیح موعود کو میرا سلام پہنچانے کا موقعہ ملے تو اس طریق کو اختیار کر کے بھی تم اس تک پہنچو اور میرا سلام کہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خصوصیت کے ساتھ سلام کا پیغام پہنچانے کے لئے امام مہدی اور مسیح موعود کی بلند شان کا علم ہو سکتا ہے علاوہ ازیں حضورؐ کی طرف سے امام مہدی کو سلام پہنچانے کی تاکید بلا وجہ نہیں ہو سکتی اس سے ایک تو امام مہدی کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی محبت اور قرب کا ثبوت ملتا ہے کہ باوجود بُعد زمانی کے حضورؐ نے اپنی دلی محبت اور قرب کا اظہار سلام کا پیغام پہنچانے کے ساتھ فرمایا ہے۔ دوسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ کی طرف سے اس بات کا علم دیا گیا ہوگا کہ امام مہدی کے زمانہ میں ان کی مخالفت اس شدت سے ہوگی کہ بظاہر امام مہدی کی سلامتی خطرے میں دکھائی دینے لگے گی۔ ایسے حالات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے افراد کے ذریعہ امام موصوف کو سلام کا پیغام پہنچانے کے ساتھ انہیں اور ان کی جماعت کے افراد کو گویا تسلی دلا دی کہ ذکر آئیں شدید سے شدید مخالفتیں اور مخالفانہ کارروائیاں نہ تو امام مہدی کا اور نہ آپ کی جماعت کا بال بیکا کر سکیں گی اور نہ آپ کے مشن کو ناکام بنایا جا سکے گا۔

گویا یہ ایسا ہی خدائی تحفظ ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن کریم میں آیا ہے کہ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ (مائدہ آیت ۶۸) امام مہدی علیہ السلام کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سلامتی کا پیغام دیا گیا۔ اور ساتھ ہی خود حضور علیہ السلام کو بھی اس طرح کے الفاظ میں بشارت دی گئی کہ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ وَاِنْ لَّمْ یَعْصِمْکَ النَّاسُ اسی سے اندازہ کریں کہ کس قدر مبارک ہے وہ شخص جس کو اس کے آقا و مطاع صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت سے سلام کا محبت بھرا پیغام بھیجا نہ صرف یہ بلکہ اس کے حق میں یہ بھی فرمایا کہ وہ خَلق اور خُلق میں میرے ساتھ مشابہت رکھتا ہوگا اس لئے ایسے مبارک وجود کی سیرت کے کچھ پہلوؤں کا بیان روحانی غذا کا حکم رکھتا ہے نیز ان واقعات کے تذکرے سے ہم لوگ خود اپنی زندگی کو ایسے سانچے میں ڈھال سکتے ہیں جو خدا کے محبوب بندوں کا نمونہ رکھتے ہیں۔

حضورؑ کی زندگی کے دو دور

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ساری زندگی کو صرف موٹے طور پر دو دوروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(الف) ایک وہ دور جو حضور کی زندگی میں گمنامی اور خلوت نشینی کا دور آیا۔ جس میں حضور کو خلوت نشینی سے بہت پیار تھا۔ پبلک زندگی سے حضورؑ کی طبیعت کو نفرت تھی علیحدگی میں بیٹھ کر یاد خداوندی میں منہمک رہنا قرآن کریم کی تلاوت کرنا آیات کریمہ پر غور و تدبر کرتے رہنا حضورؑ کا محبوب مشغلہ تھا۔

(ب) حضورؑ کی زندگی کا دوسرا دور وہ ہے جسے ہم جلوت کا دور یا دوسرے لفظوں میں پبلک زندگی کا دور کہہ سکتے ہیں یہ دور اسی وقت شروع ہوا جبکہ خدا تعالیٰ کی خاص حکمت اور مصلحت حضورؑ کو خلوت سے نکال کر پبلک میں اس لئے لائی گئی تا خدا کو بھول چکی دنیا کو اس کی برحق ذات سے آشنا کیا جائے اور مخلوق کا تعلق اس کے خالق و مالک کے ساتھ پھر سے استوار کر دیا جائے پس محض خدائی تقدیر اور اسی کے خاص حکم اور فیصلہ کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام خلوت نشینی سے علیحدہ ہوئے اور حضورؑ کی پبلک زندگی کا آغاز ہوا چنانچہ اس تقدیر الٰہی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی مشہور و معروف کتاب "حقیقۃ الوحی" میں اس کی صراحت کرتے ہوئے لکھا ہے:-

"میں پوشیدگی کے حجرہ میں تھا۔ اور کوئی مجھے نہیں جانتا تھا اور نہ مجھے یہ خواہش تھی کہ کوئی مجھے شناخت کرے۔ اس نے گوشۂ تنہائی سے مجھے جبراً نکالا میں نے چاہا کہ پوشیدہ رہوں اور پوشیدہ مروں مگر اس نے کہا کہ میں تجھے دنیا میں عزت کے ساتھ شہرت دوں گا۔ سو یہ اس خدا سے پوچھو کہ ایسا تو نے کیوں کیا۔ میرا اس میں کیا قصور ہے۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹)

دور خلوت کی چند جھلکیاں

اب میں مختصر طور پر حضورؑ کی ابتدائی زندگی جو گویا خلوت کے دور پر مشتمل ہے اس کے کچھ حالات پیش کرتا ہوں۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ حضور کو دیگر نبیوں اور رسول کی طرح علیحدگی میں بیٹھ کر خدا کی یاد میں مگن رہنا طبعاً زیادہ محبوب اور پسندیدہ تھا۔ حضورؑ کے یہ اوقات کس طرح گذرتے اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ حضور یا تو اپنے گھر میں بیٹھ کر اپنے والد کی لائبریری سے دینی کتب کا مطالعہ فرماتے رہتے اور مطالعہ میں اس قدر مستغرق رہتے کہ دنیا و مافیہا کا آپؑ کو پتہ ہی نہ ہوتا البتہ جب نماز کا وقت ہوتا تو آپ اس مسجد میں تشریف لے جاتے جو آپؑ کے والد ماجد نے بنوائی تھی یہ وہی مسجد ہے جس میں آج ایک سفید منیار کھڑا ہے اس وقت یہ ایک بہت چھوٹی سی مسجد تھی مسجد کا یہ حصہ پرانے زمانے

کی چھوٹی اینٹوں سے بنا ہوا اب بھی بخوبی پہچانا جاتا ہے پنجگانہ نمازوں کے علاوہ آپ نوافل پڑھ کر عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتے اور اس سے فارغ ہونے کے بعد آپؑ قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور آیاتِ قرآنیہ پر گہرا غور اور تدبر فرماتے حضورؑ کے بڑے فرزند حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی روایت ہے کہ آپؑ کے پاس ایک قرآن مجید تھا۔ اس کو پڑھتے اور اس پر نشان کرتے رہتے تھے وہ کہتے ہیں کہ میں بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ شاید دس ہزار مرتبہ اس کو پڑھا ہو گا۔ ان کے مطالعہ میں آپؑ کو اس قدر انہماک ہوتا تھا کہ دنیا ومافیہا سے بالکل بے نیاز ہو کر آپؑ یہ کام کرتے تھے۔ حضورؑ کا اپنا بیان ہے کہ:۔

"ان دنوں مجھے کتابوں کے دیکھنے کی طرف اس قدر توجہ تھی کہ گویا میں دنیا میں نہ تھا۔ میرے والد صاحب مجھے بار بار یہی ہدایت کرتے تھے کہ کتابوں کا مطالعہ کم کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ نہایت ہمدردی سے ڈرتے تھے کہ صحت میں فرق نہ آوے"۔

(کتاب البریہ طبع دوم ص۱۵۰ حاشیہ)

اسی طرح حضورؑ کی عزلت پسندی اور خلوت نشینی کا ذکر کرتے ہوئے قادیان کے پاس کے ایک جھنڈا جاٹ کا بیان ہے کہ میں مرزا صاحب سے بیس سال بڑا ہوں بڑے مرزا صاحب (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے والد ماجد حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب) کے پاس میرا بہت آنا جانا تھا۔ میرے سامنے کئی دفعہ ایسا ہوا کہ کوئی بڑا افسر یا رئیس بڑے مرزا صاحب سے ملنے کے لئے آتا تھا تو باتوں باتوں میں ان سے پوچھتا تھا کہ مرزا صاحب! آپ کے بڑے لڑکے (یعنی مرزا غلام قادر صاحب) کے ساتھ تو ملاقات ہوتی رہتی ہے لیکن آپ کے چھوٹے بیٹے کو کبھی نہیں دیکھا ہے۔ وہ جواب دیتے تھے کہ ہاں میرا دوسرا لڑکا غلام قادر سے چھوٹا ہے تو سہی پر وہ تو الگ ہی رہتا ہے .... پھر کسی کو بھیج کر مرزا صاحب کو بلواتے تھے چنانچہ آپ آنکھیں نیچی کئے ہوئے آتے اور والد صاحب کے پاس ذرا فاصلے پر بیٹھ جاتے اور یہ عادت تھی کہ بایاں ہاتھ اکثر منہ پر رکھ لیا کرتے تھے اور کچھ نہ بولتے اور نہ کسی کی طرف دیکھتے بڑے مرزا صاحب کہا کرتے تھے کہ میرا یہ بیٹا مسیتڑ ہے یعنی یہ ایسا شخص ہے جو اپنے دن کا اکثر حصہ مسجد میں نمازوں کے ادا کرنے اور قرآن شریف کی تلاوت کرنے میں گزارنے والا ہے۔

مجھے حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کی اس بات سے جو آپ نے اپنے بیٹے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں فرمائی۔ ایک حدیث یاد آگئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سات ایسے خوش نصیب افراد ہیں جن کو قیامت کے دن خدا تعالیٰ اپنے خاص سایہ میں جگہ دے گا۔ ایسے وقت میں جبکہ سوائے اس کی ذات کے سایہ کے اور کوئی سایہ کسی کو میسّر نہیں آرہا ہو گا۔ ان سات خوش نصیب افراد کے ذکر میں فرمایا۔

شَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللّٰهِ

کہ ایک نوجوان جو جسکی نوجوانی کا زمانہ عبادتِ الٰہی میں گزرا ہو کیونکہ جس طرح کہتے ہیں کہ در جوانی توبہ کردن شیوہ پیغمبری ایسے وقت میں عبادتِ الٰہی میں مشغول رہنا بلاشبہ اس نوجوان کی نیکوکاری اور پرہیزگاری کی علامت ہے اسی طرح حضور صلعم نے فرمایا ہے کہ:۔ رَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ کہ ایک وہ آدمی جس کا دل مسجد کے ساتھ معلق ہے۔ یعنی اس کا دل گویا خدا کے گھر کے ساتھ ایسا لگا ہوا ہے کہ جب ایک نماز سے فارغ ہوا تو اس کے دل میں یہ تمنا زندہ رہتی ہے کہ اگلی نماز کے لئے پھر میں مسجد میں جاؤں۔

اگرچہ حیادار طبیعت کے سبب حضرت مسیح موعود علیہ السلام عام لوگوں سے میل ملاپ زیادہ نہیں رکھتے تھے لیکن آپؑ کی گوشہ نشینی اور عزلت گزینی کی حالت میں بھی آپ کی صحبت بُرے لوگوں میں اور گندی قسم کی سوسائیٹی کی طرف ہرگز مائل نہ تھی۔ جیسا کہ بیان ہوا ہے ایسے وقت میں بھی ہم آپؑ کا بہترین رفیق کتاب عزیز کو پاتے ہیں اور جلیس کی بہترین جگہ مسجد اور آپؑ کے قرب میں بیٹھنے والے بے ضرر قسم کے یادِ خدا میں لگے رہنے والے میاں جیون شاہ جیسے بزرگ تھے۔ جو پرلے درجہ کے نمازی اور پرہیزگار انسان تھے۔ حضور کے دل میں کسی قسم کا لالچ نہیں تھا۔ دنیوی نام و نمود کی خواہش سے بکلی پاک تھے۔ اگرچہ آپ رئیس خاندان کے چشم و چراغ تھے اور جیسا کہ ابھی بیان ہوا آپؑ کے والد بزرگوار کی بڑے بڑے رؤساء سے میل ملاقات تھی اور سرکار انگریزی کے افسران بھی آپ کے والد صاحب کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اپنے تعلقات کی بناء پر آپؑ کے والد صاحب نے بارہا چاہا کہ آپؑ کو اعلیٰ ملازمت دلا دی جائے لیکن آپ نے ہمیشہ ہی ایسی تجویز کو نہایت ادب کے ساتھ نامنظور کر دیا اور جو کچھ عرصہ کے لئے حضور کو سیالکوٹ میں سرکاری ملازمت کرنا پڑی تو وہ بھی محض والد صاحب کی فرمانبرداری اور ان کے حکم کی پاسداری کے نقطہ نظر سے کیا۔

حضورؑ کی سیرت میں آتا ہے کہ سیالکوٹ سے واپسی کے کچھ عرصہ بعد آپ کو ریاست کپورتھلہ کی طرف سے سررشتہ تعلیم کی افسری پیش کی گئی جس سے انکار کرتے ہوئے آپ نے اپنے والد صاحب کی خدمت میں عرض کی

"میں نوکری کرنا نہیں چاہتا ہوں دو جوڑے کھدر کے بنا دیا کرو اور روٹی جیسی بھی ہو بھیج دیا کرو"۔

اسی طرح یہ بھی آتا ہے کہ آپؑ کے والد محترم کی شدید خواہش تھی کہ آپؑ کا بیٹا صرف قرآن مجید اور دیگر دینی کتابوں کے مطالعہ میں ہی نہ لگا رہے بلکہ کسی معزز عہدہ پر فائز ہو کر اپنے دنیوی مستقبل کو بھی بہتر بنائے اور اس کے لئے انہوں نے کئی دفعہ آپ کو ملازمت دلانے کی طرف توجہ بھی دلائی لیکن ہر دفعہ آپ کے دینی رجحان اور دنیوی کاروبار سے نفرت دیکھ کر رک رک جاتے چنانچہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ:۔ ضلع گورداسپور میں ایک ایسا انگریز افسر آیا جو آپ کے والد صاحب کا پہلے سے متعارف تھا۔ انہوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے موضع کاہلواں کے ایک سکھ مسمی جھنڈا سنگھ کو کہا کہ جاؤ اور غلام احمد کو بلا لاؤ۔ ایک انگریز حاکم میرا واقف ضلع میں آیا ہے اس کا منشاء ہو تو کسی اچھے عہدے پر نوکر کرا دوں۔

جھنڈا سنگھ کا بیان ہے کہ:۔

"میں مرزا صاحب کے پاس گیا تو دیکھا کہ چاروں طرف کتابوں کا ڈھیر لگا کر اس کے اندر بیٹھے ہوئے کچھ مطالعہ کر رہے ہیں میں نے مرزا صاحب کا پیغام پہنچا دیا۔ مرزا صاحب آئے اور جواب دیا میں نے جہاں نوکر ہونا تھا ہو چکا ہوں۔ بڑے مرزا صاحب کہنے لگے کہ کیا واقعی نوکر ہو گئے ہو مرزا صاحب نے کہا ہاں ہو گیا ہوں" اس پر بڑے مرزا صاحب نے کہا اچھا اگر ہو گئے ہو تو خیر"۔

(سیرت المہدی حصہ اوّل ص۴۵)

اس لطیف اشارے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے والد ماجد بخوبی سمجھ گئے کہ ان کا بیٹا خدا کے حضور نوکر ہو گیا ہے اور اس کا تعلق حقیقی اپنے پروردگار سے ہو گیا ہے جس کے لئے اب کسی دنیوی نوکری کی حاجت باقی نہیں رہی اور حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کے ساتھ حضور علیہ السلام کا سچا اور حقیقی تعلق تھا جس کا اظہار خدا تعالیٰ کی طرف سے بھی بڑے ہی پیار بھرے الفاظ میں اس وقت ہوا جب حضور کے والد ماجد کی وفات کی اطلاع بذریعہ الہام ملی اور حضور علیہ السلام کے دل میں آن کی آن میں آئندہ کے اخراجات کے بارہ میں فکرمندی کا خیال گزرا تو اللہ تعالیٰ نے پیار بھرے الفاظ میں آپ کو تسلّی دلائی کہ:۔

اَلَیْسَ اللّٰهُ بِکَافٍ عَبْدَهٗ

حضور علیہ السلام اس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اس الہام نے عجیب سکینت اور اطمینان بخشا اور فولادی میخ کی طرح میرے دل میں دھنس گیا پس مجھے اس خدائے عزّوجل کی قسم ہے کہ جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے اپنے اس مبشرانہ الہام کو ایسے طور سے مجھے سچا کر دکھایا کہ میرے خیال و گمان میں بھی نہ تھا میرا وہ ایسا متکفّل ہوا کہ کبھی کسی کا باپ ہرگز متکفّل نہ ہو گا میرے پر اسکے وہ متواتر احسان ہوئے کہ بالکل محال ہے کہ میں ان کا شمار کر سکوں"

(کتاب البریہ ص۱۶۲-۱۶۳)

جیسا کہ ابھی بیان ہوا حضور علیہ السلام خاندانی لحاظ سے رئیس زادے تھے اور آپ کے والد ماجد آپ پر کوئی غیر معمولی دباؤ بھی نہ ڈالتے تھے ایسی حالت میں عام طور پر مشاہدہ کیا گیا ہے کہ رئیسوں کے بیٹے کاہل الوجود ہوتے ہیں۔ بد اخلاق بن جاتے ہیں محنت سے جی چراتے ہیں لیکن اس ماحول میں بھی حضور کی سیرت کا یہ پہلو بڑا ہی روشن ہے۔ آپ پرلے درجہ کے محنتی جفاکش ذہین اور والد صاحب کے نہایت درجہ فرمانبردار مطیع اعلیٰ ذہنی قابلیت کے مالک لائق دیندار اور بے ضرر انسان تھے اعلیٰ اخلاق فاضلہ کے جامع بہترین صحبت کے مالک نیک اطوار نیکیوں میں سبقت لے جانے والے اور سب کا بھلا چاہنے والے .... انسان تھے۔

اپنے والد صاحب کی نہایت درجہ دنیا داری میں انہماک سے عملی طور پر بڑا سبق لینے والے اور اس سبق کو اپنی زندگی میں عملی جامہ پہنانے میں ایسا درجہ کمال حاصل کر لیا کہ خدا کے محبوب بندے بن کر نہ صرف خدا سے ہمکلام ہونے کا شرف پایا بلکہ خدائے قدوس نے اپنا نمائندہ بنا کر اس زمانہ میں اصلاح خلق کے لئے آپؑ کو کھڑا کر دیا۔!!

مَیں سمجھتا ہوں کہ حضور علیہ السلام کی سیرت مبارکہ کا یہ حصہ جسے ہم نے ابھی خلوت کے دور کے نام سے موسوم کیا ہے کسی طور سے کم درخشندہ اور کم مثالی نہیں بلکہ ایک پہلو سے جلوت کی زندگی اور آئیندہ کی پبلک لائف کے لئے ایک محکم اور مضبوط بنیاد کا کام دینے والا ثابت ہوتا ہے۔

عائلی زندگی کی کچھ جھلکیاں

قبل اس کے کہ مَیں حضورؑ کی زندگی کے دوسرے دور کی بھی کچھ ایمان افروز اور روح پرور جھلکیاں احباب کے سامنے پیش کروں میں حضور علیہ السلام کی اہلی زندگی پر کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ حضور کی زندگی کا یہ پہلو در حقیقت دونوں ہی ادوار سے بڑا گہرا تعلق رکھتا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ کہ عورتوں سے اچھے طور پر معاشرت رکھو۔ اس کی تعمیل میں سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کامل نمونہ پیش کیا اور فرمایا:۔

"خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِيْ"

تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل کے ساتھ بہتر سلوک کرتا ہے چونکہ مَیں تم میں سے سب سے زیادہ بلند مقام روحانیت رکھتا ہوں اس لئے میرا اپنے اہل کے ساتھ بھی بہترین سلوک ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنے آقا و مطاع کا شاندار نمونہ عملی طور پر پیش کیا ہے۔ حضور کی سیرت میں تو یہاں تک آیا کہ اپنے اہل کے ساتھ حسن سلوک اور ان سے ہر طرح دلداری کی کیفیت دیکھ کر قادیان کے گرد و نواح کی دیہاتی خواتین عام طور پر کہا کرتی تھیں کہ

"مرجا بیوی دی گل بڑی مندا ہے"

(حضرت مرزا صاحب) جورو کی بات بہت مانتے ہیں۔

اسی طرح قرآن مجید میں آتا ہے کہ:۔

"وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً"

(سورۃ الرعد آیت ۳۹)

اس آیت کریمہ میں انبیاء علیہم السلام کی ازواج اور ذریت ہونے کا ذکر کر کے بتایا ہے کہ روحانیت میں اپنے زمانے کا بہترین وجود ہوتے ہوئے تمام انبیاء کا نمونہ یہی رہا ہے کہ محض تارک الدنیا نہیں تھے بلکہ نوع انسان کے لئے حقیقی عملی نمونہ بننے کے لئے انہوں نے بھی دیگر انسانوں کی طرح شادیاں کیں اور ان کے ہاں اولاد ہوئی جس کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کی ذمہ داریوں کا نمونہ پیش کیا اور اس قسم کے تمام دینوی علائق رکھتے ہوئے روحانیت میں دوسروں سے بڑھ کر رہے اور دوسروں کے لئے معلّم اور رہبر کا پارٹ ادا کیا۔

یہی کچھ کیفیت ہم حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی سیرت طیبہ میں دیکھتے ہیں۔ آپ کے آقا و مطاع سیدنا حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح موعود اور مہدی معہود کے بارہ میں خصوصیت سے بشارت دی کہ يَتَزَوَّجُ وَيُوْلَدُ لَهٗ کہ وہ آئیں گے اور اُن کی جو شادی ہوگی اُن کے ہاں جو اولاد ہوگی وہ بھی خدا تعالیٰ کی بشارتوں کے تحت اور اس نصرت و تائید کا ایک روشن نشان ہوگی۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی خاص حکمت کے تحت ایک چھوڑ دو شادیاں کیں۔ دونوں بیویوں سے آپ کی اولاد ہوئی پہلی بیوی کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد میں سے وہ لڑکا بھی پیدا ہوا جو بڑا ہو کر مختلف عہدوں پر فائز ہو کر ڈپٹی کمشنر اور بالآخر ریاست بہاولپور کے منسٹر مال یعنی ریونیو منسٹری کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے میری مراد اس سے حضرت مرزا سلطان احمد صاحب سے ہے۔ جو نہ صرف ایک افسر ہی تھے بلکہ مشہور اہل قلم اور کئی کتب کے مصنف بھی تھے۔ چنانچہ آپ کی پچاس کتب زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام میں آچکی ہوئی ہیں۔

دوسری زوجہ مطہرہ کے بطن سے جو اولاد ہوئی اور لمبی عمر پائی ان میں سے سب سے بڑے صاحبزادے حضرت سیدنا بشیر الدین محمود احمد صاحب ہوئے جو آپؑ کی وفات کے بعد دوسرے نمبر پر آپؑ کے خلیفہ اور جانشین ہوئے جن کا ۵۲ سالہ دور خلافت جماعت احمدیہ کا ایک روشن باب رکھتا ہے۔ آپ ہی کے زمانہ خلافت میں جماعت احمدیہ ایک تناور درخت بن کر بین الاقوامی حیثیت اختیار کر گئی۔ اور دنیا کے کونے کونے میں احمدی مبلغین اور مبشرین بھیج دئے گئے۔ غیر ملکی زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم ہوئے مساجد تعمیر ہوئیں۔ بیرونی ممالک کے باشندے ہزاروں کی تعداد میں حلقہ بگوش اسلام ہو کر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے والہ و شیدا بن گئے۔

اسی طرح باقی اولاد بھی اپنے اپنے رنگ میں اسلام کی بہترین خدمت کرنے والی ثابت ہوئی جن سے اسلام و احمدیت کو غیر معمولی تقویت ملی۔

کوئی کہہ سکتا ہے کہ کسی کے ہاں اولاد ہونا کوئی خاص بات نہیں لیکن یہ بات درست نہیں اس لئے کہ یہاں پر صرف اولاد کو نشان الٰہی قرار نہیں دیا جا رہا بلکہ جس قسم کی مبشر اور خادم اسلام اولاد آپ کو عطا ہوئی جس کے بارے میں قبل از ولادت خدا تعالیٰ سے خبر پاکر آپؑ نے ایک دنیا کو آگاہ کر دیا اور پھر وہ اولاد ہوئی اور عمر پانے والی بنی اور اُن خدمات دینیہ کی توفیق پائی جن کی بشارت سالہا سال پہلے دی گئی تھی۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں جسے معمولی سمجھا جائے بلکہ عظیم نشان الٰہی ہے۔

پھر دنیا دار لوگ اپنی اولاد کے بارہ میں بڑی بڑی دنیوی تمنائیں اور خواہشیں رکھتے ہیں مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی اولاد کے بارہ میں اُس کے زمانہ طفولیت میں جو خواہشات رکھتے تھے اور جس قسم کے جذبات نیک کے دل میں موجزن تھے یہ حضور کی ان درد بھری دُعاؤں سے عیاں ہیں جو حضور نے ایسے وقت میں اپنی اولاد کے حق میں فرمائیں جب ان میں سے چند ایک نے بڑے ہو کر قرآن مجید ناظرہ پڑھا اور حضور نے جون ۱۸۹۷ء اور ستمبر ۱۹۰۱ء میں "آمین" کی روحانی تقریبات پیدا کر کے حاضرین کو اس سے متعارف کرایا اور بعد میں سلسلہ کے قیمتی لٹریچر کا حصہ بن گئے۔ ان میں سے چند اشعار بطور نمونہ پیش کرتا ہوں۔ آپ ان پر غور کریں کہ ایسے بزرگ روحانی باپ کے درد مند دل سے نکلی ہوئی دُعائیں اپنی اولاد کے لئے بارگاہ الٰہی سے کیا کچھ مانگتی ہیں۔ حضورؑ فرماتے ہیں:۔

(۱) سب کام تو بناتا لڑکے بھی تجھ سے پاتے
سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لاتے
تو نے ہی میرے جانی خوشیوں کے دن دکھائے
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَّرَانِيْ
کر ان کو نیک قسمت دے ان کو دین و دولت
کر ان کی خود حفاظت ہو ان پہ تیری رحمت
دے رُشد اور ہدایت اور عمر اور عزت
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَّرَانِيْ
شیطان سے دور رکھیو اپنے حضور رکھیو
جاں پُر ز نور رکھیو دل پُر سرور رکھیو
ان پہ مَیں تیرے قرباں رحمت ضرور رکھیو
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَّرَانِيْ
اہل وقار ہوویں فخر دیار ہوویں
حق پر نثار ہوویں مولیٰ کے یار ہوویں
بابرگ و بار ہوویں اک سے ہزار ہوویں
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَّرَانِيْ

(۲) میری اولاد جو تیری عطا ہے
ہر اک کو دیکھ لوں وہ پارسا ہے
تیری قدرت کے آگے روک کیا ہے
وہ سب دے ان کو جو مجھ کو دیا ہے
دعا کرتا ہوں اے میرے یگانہ
نہ آوے ان پہ رنجوں کا زمانہ
نہ چھوڑیں وہ ترا یہ آستانہ
میرے مولیٰ انہیں ہر دم بچانا
نہ دیکھیں وہ زمانہ بے کسی کا
مصیبت کا الم کا بے کلی کا
یہ ہو میں دیکھ لوں تقویٰ سبھی کا
جب آوے وقت میری واپسی کا

اولاد کے حق میں آپ نے حضور علیہ السلام کی دُعاؤں کا کچھ حصہ سُنا۔ اب ان درد بھری دعاؤں کے ساتھ ذرا حضورؑ کی اُس اولاد کی عمروں کی تفصیل بھی سن لیں جو حضور کی وفات کے وقت ان کی تھیں۔

۱۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کی عمر اُس وقت صرف ۱۹ سال ۴ ماہ تھی۔

۲۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی عمر اُس وقت صرف ۱۵ سال ۱ ماہ تھی۔

۳۔ حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی عمر اُس وقت صرف ۱۳ سال تھی۔

۴۔ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی عمر اُس وقت صرف ۱۱ سال ۲ ماہ تھی۔

۵۔ حضرت سیدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کی عمر اُس وقت صرف ۳ سال ۱۱ ماہ تھی۔

خدا تعالیٰ نے حضور کی دعاؤں کی برکت سے نہ صرف ان کی عمروں اور اقبال میں غیر معمولی برکت دی بلکہ حضور کی دعاؤں کی قبولیت اس رنگ میں بھی روز روشن کی طرح ظاہر ہوئی کہ حضور کی یہ سبھی اولاد تقویٰ شعار ثابت ہوئی اور دین کے لئے جانثاری کی مثال بنی۔

حضور کی سیرت کے اس پہلو سے جو حضور کی اہلی زندگی سے تعلق رکھتا ہے ہمارے لئے بہت سبق ہیں۔ ایک تو یہی کہ ہر شخص کو اپنی اولاد کی اچھی تربیت کرنا فرض ہے اور بچپن ہی سے اُس کے کان میں نیکی اور دینداری کی باتیں ڈالتے رہنا چاہیئے ورنہ بڑے ہو جانے کے بعد جب عادتیں پختہ ہو جائیں تو کوئی بات کا دماغ میں راسخ کیا جانا ایسا آسان نہیں جیسا کہ بچپن کی عمر میں۔ مَیں نے ابھی حضور علیہ السلام کی وفات کے وقت حضور کی اولاد کی الگ الگ عمریں بتائیں اور ساتھ ہی حضورؑ کی ان کے حق میں دعاؤں کا کچھ حصہ بھی سنایا آپ اُن کا موازنہ کریں اور دیکھیں حضور علیہ السلام نے اپنی اولاد کے حق میں درد بھری دعائیں بھی کیں اُن کے کانوں میں شروع ہی سے نیکی اور دینداری کی باتیں بھی ڈالتے رہے اور ساتھ ہی ساتھ اس کے مطابق عملی تربیت بھی فرمائی اس طرح کی ملی جلی کوشش کا نتیجہ ساری دنیا کے سامنے ہے۔ خدا کے فضل و کرم سے حضورؑ کی اولاد میں سے ایک ایک فرد خواہ بیٹا ہے یا بیٹی اپنے اپنے لحاظ سے دین کے ستارے بن کر چمکے اور اُن کی ساری عمریں بھی اسی راہ میں فدا ہوئیں۔

[illegible] اپنی اولاد کے لئے دنیاوی آرام و آسائش کے سامان خدا تعالیٰ سے مانگنے کے ساتھ ساتھ جو اس سے [illegible] قرآن [illegible] کے لئے [illegible] ہے وہ ہے خدا [illegible] کا ذاتی پیار [illegible] پیران صاحب کا [illegible] رہنما [illegible] جیسے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے بھی اپنی دعا کا حصہ بنایا [illegible] عرض کیا کہ ربِّ اجعلنی مقیم الصلوٰۃ ومن ذریتی۔

اسی طرح ہر مخلص احمدی مسلمان کو اپنی اولاد کے لئے مستانت دار بن جانا چاہیئے بلکہ کوشش کرتے رہنا چاہیئے یہ نہ ہو کہ صرف دنیا ہی دنیا ہو اور دین کا حصہ کچھ بھی نہ ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے وصال کے وقت اپنی اولاد کے لئے دوسرے لوگوں کی طرح کوئی غیر معمولی جائیداد منقول یا غیر منقولہ چھوڑی جو حضور کی نسل در نسل کو مالا مال کر دیتی اور نہ آپ کی اپنے دنیوی دفتر میں دکھایا کہ اس سے آپ کی آئندہ زندگی کے گذر بسر کا ذریعہ قرار دیا جا سکے لیکن جانتے ہو کہ حضور نے ان مادی اور دنیوی وسائل سے بڑھ کر ایسا بیش بہا وسیلہ اپنی اولاد کے لئے چھوڑا کہ جس سے بڑا دولت مند بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ حضور نے اپنی اولاد کے حق میں ایسی دعاؤں کا ذخیرہ چھوڑا جس کے نتیجہ میں حضور کی اولاد نسلاً بعد نسلٍ فیضیاب ہوتی چلی جائیگی۔

تیسری چیز اس موقعہ پر جو قابل بیان ہے وہ یہ کہ اولاد کے ساتھ نہایت درجہ محبت اور پیار کے باوجود اعلیٰ دینی تربیت کا ہر مرحلہ پر ایسا خیال رکھنا کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے قول کے مطابق کہ جو قیصر کا ہے قیصر کو دو اور جو خدا کا ہے وہ خدا کو دو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کا یہ پہلو بھی بڑا ہی روشن ہے کہ ایک طرف حضور کو اپنی اولاد میں سے ایک ایک سے بے انتہا محبت تھی انہیں میں سے آپ کے چھوٹے صاحبزادے مرزا مبارک احمد صاحب جو بعد میں نو عمری میں فوت بھی ہو گئے انہیں کا واقعہ ہے کہ بچپنے میں اُن سے قرآن کریم کی معمولی سی بے حرمتی ہو گئی لیکن ایسے وقت میں اولاد کی نسبت سے کلام اللہ کی محبت بڑھ گئی اور آپ نے تادیب کی خاطر اسی پیارے بیٹے کو طمانچہ لگانے سے دریغ نہیں کیا۔

اسی طرح رضا بالقضاء کا اعلیٰ نمونہ بھی اسی بیٹے کی وفات کے سلسلہ میں حضور کی سیرت سے معلوم ہوتا ہے۔ روایت آتی ہے کہ جب صاحبزادہ مرزا مبارک احمد بیمار ہوئے تو ان کے علاج معالجہ کے لئے حضور بہت کچھ تردد فرماتے رہے ہر ممکن علاج کروایا لیکن جب خدا تعالیٰ کی تقدیر غالب آگئی اور بچے کی وفات ہو گئی تو صبر کا زبردست نمونہ دکھایا [illegible] بیٹے کی وفات کے خطوط تحریر [illegible] کو تحریر فرمانے لگے اور بڑی دیر تک باہر لوگوں میں رہے اور صاحبزادے کی وفات پر جو آئے انہیں کے وہ حضور کو صبر و ثبات کا عرض کرنے حضور علیہ السلام عزیزہ افراد جماعت کو خود صبر کی تلقین فرماتے رہتے یہ سب باتیں کہنے کو نہیں بلکہ حضور نے کر کے دکھائیں اس لئے تو حضور کی سیرت ہم سب کے لئے ایک اعلیٰ نمونہ کا رنگ رکھتی ہے۔

پس یہ ہے حضور کی سیرت میں سے حضور کی اہلی زندگی کی ایک جھلک جو حضور کے دور خلوت اور دور جلوت دونوں ہی میں نمایاں طور پر سامنے آتی ہے۔

دورِ جلوت کی کچھ جھلکیاں

آنحضرت صلعم سے عشق

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کے سب پہلوؤں میں سے اہم اور نمایاں پہلو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غیر معمولی عشق و محبت کا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سے کروڑوں کروڑ افراد میں سے حضرت امام مہدی علیہ السلام کا مقام عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بلند اور نمایاں ہے۔ حضور کی سیرت کا یہ پہلو ایک طویل مضمون اپنے دامن میں رکھتا ہے۔ اس قدر طویل کہ گھنٹوں اس پر بات چیت میں صرف ہو جائیں تو بھی یہ باب ختم نہ ہو۔ اس لئے وقت کی قلت کے پیش نظر میں صرف چند ایسے حوالے پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں جن سے حضور کی اپنے آقا و مطاع سے بے انتہا محبت اور سچے عشق کا پتہ چلتا ہے۔

(۱) سیرت المہدی میں حضرت حبیب اللہ صاحب سنوری کی روایت آتی ہے کہ ایک روز میں نے دیکھا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد مبارک میں ٹہل رہے ہیں میں نے حضور کی زبان مبارک سے کچھ گنگنانے کی آواز بھی سُنی جب میں قریب پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضور کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو بہ رہے ہیں میں نے گھبرا کر وجہ دریافت کی تو فرمایا میاں عبد اللہ! اس وقت مجھے حضرت حسان کا وہ شعر یاد آگیا جو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر کہا تھا کہ:

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِي فَعَمِي عَلَيْكَ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ أُحَاذِرُ

اور فرمایا کاش یہ شعر میں نے کہا ہوتا۔

اللہ اللہ کس قدر محبت تھی حضور کو اپنے آقا و مطاع سے اور کس قدر سچا عشق تھا آپ کے دل میں باوجود یہ کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں نہایت بلند پایہ اور طویل قصائد عربی فارسی اور اُردو میں لکھے ہیں۔ پھر بھی حضور کو حسان کا یہ شعر جب یاد آگیا تو بے اختیاری کے عالم میں ایک طرف آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی اور دوسری طرف اس شعر کے متعلق دل کی خواہش زبان پر آگئی۔

(۲) اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ حضور کی زندگی کے دورِ خلوت کو دورِ جلوت میں بدلنے میں جس چیز نے سب سے بڑا کام کیا وہ یہی محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کا سچا عشق ہی تھا۔ چنانچہ ۱۸۸۳ء کا ایک اہم واقعہ حضور نے اپنی کتاب براہین احمدیہ حصہ چہارم میں ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ:

"ایک مرتبہ الہام ہوا کہ ملاء اعلیٰ کے لوگ خصومت میں ہیں یعنی ارادہ الٰہی احیاء دین کے لئے جوش میں ہے لیکن ہنوز ملاء اعلیٰ پر شخص محی کی تعیین نہیں ہوئی۔"

آگے چل کر حضور فرماتے ہیں:

"اسی اثناء میں خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک محی کی تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ اور ایک شخص اس عاجز کے سامنے آیا اور اشارہ سے اُس نے کہا هٰذَا رَجُلٌ يُحِبُّ رَسُولَ اللّٰهِ یعنی یہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہ سے محبت رکھتا ہے۔ اس قول سے مطلب تھا کہ شرطِ اعظم اس عہدہ کی محبت رسول ہے سو وہ اس شخص میں متحقق ہے۔"

(براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۵۰۲ حاشیہ)

۱۸۸۳ء میں آپ کو درود شریف پڑھنے کی تلقین ہوئی اور یہ الہام ہوا کہ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ سَيِّدِ وُلْدِ اٰدَمَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ۔ چنانچہ اس کی تعمیل میں حضور نے اس کثرت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا شروع کر دیا کہ آپ لکھتے ہیں:

"ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دل و جان اس سے معطر ہو گیا اسی رات خواب میں دیکھا کہ آب زلال کی شکل پر نور کی مشکیں اس عاجز کے مکان میں لئے آتے ہیں۔ اور ایک نے ان میں سے کہا کہ یہ وہی برکات ہیں جو تو نے محمد کی طرف بھیجی تھیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔"

(براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۵۰۲)

اسی بات کو ایک اور مقام میں بیان کرتے ہوئے حضور تحریر فرماتے ہیں:

"ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ درود شریف کے پڑھنے میں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے میں ایک زمانہ تک بہت استغراق رہا کیونکہ میرا یقین تھا کہ خدا تعالیٰ کی راہیں نہایت دقیق راہیں ہیں وہ بجز وسیلہ نبی کریم کے مل نہیں سکتیں جیسا کہ خدا بھی فرماتا ہے۔ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ تب ایک مدت کے بعد کشفی حالت میں میں نے دیکھا کہ دو سقے یعنی ماشکی آئے اور ایک اندرونی راستے سے اور ایک بیرونی راہ سے میرے گھر میں داخل ہوئے اور ان کے کاندھوں پر نور کی مشکیں ہیں اور کہتے ہیں هٰذَا بِمَا صَلَّيْتَ عَلٰى مُحَمَّدٍ۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۲۸ حاشیہ)

بھائیو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ اَحَبَّ شَيْئًا اَكْثَرَ ذِكْرَهٗ کہ جس شخص کو جس سے محبت ہوتی ہے تو اس کا بکثرت ذکر بھی کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس قدر کثرت سے درود پڑھنا اور حضور کے نام نامی کو بکثرت یاد کرتے رہنا اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں خدا تعالیٰ کے بعد جس کی سب سے زیادہ محبت اور عشق جاگزیں تھا وہ پیارا سے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے اس لئے تو حضور نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے:

يَا شَيْبَ اِنَّكَ قَدْ دَخَلْتَ مَحَبَّةً
فِيْ مُهْجَتِيْ وَمَدَارِكِيْ وَجَنَانِيْ
مِنْ ذِكْرِ وَجْهِكَ يَا حَدِيْقَةَ بَهْجَتِيْ
لَمْ اَخْلُ فِيْ لَحْظٍ وَّلَا فِيْ اٰنِ
جِسْمِيْ يَطِيْرُ اِلَيْكَ مِنْ شَوْقٍ عَلَا
يَا لَيْتَ كَانَتْ قُوَّةُ الطَّيَرَانِ

ربط ہے جان محمد سے مری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے
تیری اُلفت سے ہے معمور مرا ہر ذرہ
اپنے سینے میں یہ اک شہر بسایا ہم نے
دلبرا مجھ کو قسم ہے تیری یکتائی کی
آپ کو تیری محبت میں بھلایا ہم نے

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے
اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
وہ دلبر یگانہ علموں کا ہے خزانہ
باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے

جان و دلم فدائے جمال محمد است
خاکم نثار کوچۂ آل محمد است
ایں چشمۂ رواں کہ بخلق خدا دہم
یک قطرہ ز بحر کمال محمد است
ایں آتشم ز آتش مہر محمدی است
ایں آب من ز آب زلال محمد است
بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم
جانم فدا شود براہِ دین مصطفیٰ

ایں است کامِ دل اگر آید میسّرم

(۳) - حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے آقا و مطاع صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عشق و محبت کے ساتھ کس قدر فدائیت اور جانثاری کے جذبات رکھتے تھے اس کا کسی قدر اندازہ حضور علیہ السلام کے حسب ذیل حوالہ سے لگایا جا سکتا ہے - جو حضور نے اپنی مشہور کتاب آئینہ کمالات اسلام میں ایک ایسے موقع پر ظاہر کیا جب کہ حضور عیسائیوں کے اسلام اور بانیٔ اسلام کے خلاف توہین آمیز جھوٹے پروپیگنڈا اور مسلمانوں کی نئی نسل کو دین اسلام سے برگشتہ کرنے کے لئے چھ کروڑ سے زائد کتابیں تالیف کر کے دنیا کے کونے کونے میں پھیلا چکے ان کی ایسی فتنہ انگیز تحریرات کا حوالہ دیتے ہوئے حضورؑ فرماتے ہیں -

"کیا یہ سچ نہیں کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس ملک ہند میں ایک لاکھ کے قریب لوگوں نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا اور چھ کروڑ اور کسی قدر زیادہ اسلام کے مخالف کتابیں تالیف ہوئیں اور بڑے بڑے شریف خاندانوں کے لوگ اپنے پاک مذہب کو کھو بیٹھے یہاں تک کہ وہ جو آلِ رسول کہلاتے تھے عیسائیت کا جامہ پہن کر دشمن رسول بن گئے اور اس قدر بدگوئی اور اہانت اور دشنام دہی کی کتابیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں چھاپی گئیں اور شائع کی گئیں کہ جن کے سننے سے بدن پر لرزہ پڑتا اور دل رو رو کر یہ گواہی دیتا ہے کہ اگر یہ لوگ ہمارے بچوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے قتل کر دیتے اور ہمارے جانی اور دلی عزیزوں کو جو دنیا کے عزیز ہیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے اور ہمیں بڑی ذلت سے جان سے مارتے اور ہمارے تمام اموال پر قبضہ کر لیتے تو واللہ ثم واللہ ہمیں رنج نہ ہوتا اور اس قدر کبھی دل نہ دکھتا جو ان گالیوں اور اس توہین سے جو ہمارے رسول کریمؐ کی کی گئی دکھا -"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۱، ۵۲)

قرآن کریم سے محبت

۲: - حضور علیہ السلام کی سیرت مبارکہ کے دورِ جلوت میں دوسرے نمبر پر جو چیز نمایاں طور پر ہمارے سامنے آتی ہے وہ ہے قرآن کریم کی محبت اس کی عظمت اور اس کے بے نظیر ہونے کی حقیقت کا پبلک میں اظہار - حضور کا ایک مشہور شعر ہے جس میں حضورؑ نے اپنے دل کی آواز کو الفاظ کا جامہ پہناتے ہوئے فرمایا -

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا
سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں
مئے عرفان کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جو چیز خلوت نشینی سے نکال کر جلوت کے میدان میں لے آنے کا ظاہری سامان بنی وہ تھی حضورؑ کی شہرہ آفاق کتاب "براہین احمدیہ" اس عظیم الشان کتاب کا نفس مضمون بھی دین اسلام نبوت محمدیہ اور قرآن شریف کی حقانیت ہے ان ہر سہ دعاوی کو ثابت کرنے کے لئے حضورؑ نے ایسے مضبوط دلائل عقلی و نقلی تحریر فرمائے ہیں کہ ان کا رد لکھنے والے کو حضورؑ نے اپنی ساری جدی جائیداد جس کی اس وقت دس ہزار روپیہ قیمت تھی اور آج اس کی قیمت کئی لاکھ بنتی ہے دے دینے کا اعلان فرمایا اور یہاں تک رعایت دی کہ ان دلائل میں سے اگر کوئی نصف یا خمس تک کا بھی رد کر دے تو وہ اس قدر انعام کا مستحق قرار پائے گا - یہ کتاب ایسی زبردست تھی کہ اس پر اہل حدیث کے بڑے لیڈر مولوی محمد حسین بٹالوی نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا -

"ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالات کی نظر میں ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی"

(اشاعۃ السنہ جلد ۷ صفحہ ۱۶۹)

حضور علیہ السلام کی کتاب براہین احمدیہ ہی سے یہ بات مخصوص نہیں بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ حضورؑ کی ساری زندگی کا محبوب مشغلہ ہی قرآن کریم کی خدمت و اشاعت رہا ہے اور آپؑ کے خلفاء عظام نے بھی اس تسلسل کو قائم رکھا ہے - اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تو ایک مہم کے طور پر جماعت کے تمام افراد کو قرآن کریم پڑھنے پڑھانے کی خصوصیت سے تاکید کی ہے اس سلسلہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مشہور و معروف کتاب کشتی نوح میں مذکور حضورؑ کا یہ ارشاد ہر احمدی کو ہمیشہ ہی پیش نظر رکھنا ضروری ہے جس میں حضورؑ نے فرمایا ہے کہ -

"قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے - جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے"

راست گفتاری

۳: - تیسرے نمبر پر حضورؑ کی سیرت مبارکہ سے حضورؑ کی راست گفتاری کا ایک واقعہ بیان کرنا چاہتا ہوں - جو ساتھ ہی حضورؑ کی نہایت درجہ جرأت دلیری اور حق پسندی کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دینے کے لئے تیار رہنے کی بے نظیر مثال بھی ہے -

۱۸۷۷ء کا واقعہ ہے کہ حضورؑ نے اسلام کی تائید میں ایک عیسائی کے مطبع واقع امرتسر میں ایک مضمون بغرض طباعت ایک پیکٹ کی صورت میں بذریعہ ڈاک قادیان سے روانہ کیا - اور اسی مضمون کی اشاعت کے سلسلہ میں چند ہدایات پر مشتمل ایک خط بھی اسی پیکٹ میں ڈال دیا - اس زمانہ میں قانونی طور پر یہ بات ممنوع تھی کہ کوئی علیحدہ خط پیکٹ میں رکھا جائے تو قوانین ڈاکخانہ کی رو سے ایسے جرم کی سزا پانچ سو روپیہ جرمانہ یا چھ ماہ تک کی قید تھی حضور کو اس قانون کا علم نہ تھا -

چونکہ صاحب مطبع عیسائی خود بھی وکیل تھا اسے یہ موقعہ ہاتھ آ گیا تب اس نے مخبر بن کر افسران ڈاک سے حضورؑ پر مقدمہ دائر کرا دیا - حضورؑ کو صدر ضلع گورداسپور میں طلب کیا گیا - جن جن وکلاء سے مقدمہ کے لئے مشورہ طلب کیا گیا سبھی نے یہ مشورہ دیا کہ بجز دروغ گوئی کے اور کوئی راہ نہیں اور یہ صلاح دی کہ اس طرح کا بیان دے دیں کہ ہم نے پیکٹ میں خط نہیں ڈالا - صاحب مطبع کے پاس اس امر کا کوئی ثبوت نہیں کہ واقعی یہ خط اس پیکٹ میں رکھا گیا تھا - اس طرح دو چار جھوٹے گواہ دے کر بریت ہو جائے گی - ورنہ صورت مقدمہ سخت مشکل ہے - اور کوئی طریق رہائی کا نہیں - مگر حضور علیہ السلام نے صاف صاف کہہ دیا کہ میں کسی حالت میں بھی راستی کو چھوڑ نہیں سکتا -

عجیب بات ہے کہ حضورؑ کے مقابل پر ڈاکخانہ جات کا انگریز افسر بحیثیت سرکاری مدعی کے حاضر ہوا اور حضورؑ نے حاکم کے سامنے صاف لفظوں میں اقرار کیا کہ میں نے ہی یہ خط پیکٹ میں رکھا لیکن محصول ڈاک سے بچنے یا سرکار کو نقصان پہنچانے کی نیت سے ایسا نہیں کیا بلکہ میں نے اس خط کو اس مضمون سے کچھ علیحدہ نہیں سمجھا اور نہ اس میں کوئی پرائیویٹ بات لکھی تھی - حضور کے مقابل پر انگریز افسر ڈاکخانہ جات نے بہت شور مچایا اور لمبی تقریریں انگریزی میں کیں - مگر حاکم اس کی ہر بات پر نو نو کہہ کر رد کر دیتا تھا - اور آخر حضور کو محض سچائی پر قائم رہنے کے سبب باعزت طور پر بری کر دیا -!!

اللہ اللہ اس مقدمہ میں آپؑ کے لئے کتنا سخت امتحان تھا اگر آپؑ کی جگہ کوئی اور ہوتا تو شاید اس مشکل امتحان میں ثابت قدم نہ رہ سکتا مگر آپؑ تو صداقت مجسم تھے اپنے موقف پر نہایت استقلال کے ساتھ قائم رہے اور اپنے ہمدرد وکلاء تک کے مشورہ کو قبول نہ فرما کر عدالت میں صحیح صحیح بیان دیا - اللھم صل علی محمد و علی آل محمد -

اکرام ضیف

۴: - حضور علیہ السلام کی سیرت میں سے چوتھے نمبر پر اکرام ضیف کے خلق عظیم کا ذکر کرنا چاہتا ہوں اس صفت میں بھی امام مہدی و مسیح موعود علیہ السلام اپنے آقا و مطاع کے رنگ میں رنگین نظر آتے ہیں - آپ دوست سیرت طیبہ میں سے حضرت خدیجہ کی زبان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نکلا ہوا وہ فقرہ بخوبی جانتے ہوں گے جو حضور کو غار حرا سے واپسی پر تسلی دیتے ہوئے حضرت خدیجہ نے فرمایا کہ - انک لتقری الضیف کہ آپ تو بڑے درجہ کے مہمان نواز ہیں -

چنانچہ اسی طرح کا رنگ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزند جلیل حضرت امام مہدی علیہ السلام میں بھی مشاہدہ کرتے ہیں - جو کوئی بھی آپؑ کے ہاں مہمان آتا تھا حضور اس کی خاطر و مدارات میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے تھے اس کو زیادہ سے زیادہ ایام اپنے ہاں ٹھہراتے - اس کے آرام و راحت کا ہر طرح خیال رکھتے - بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ کوئی ایسا مہمان حضور کے ہاں آ گیا جسے مثال کے طور پر پان کھانے کی عادت ہے ابھی قادیان ایک معمولی گاؤں کی حالت میں تھا لیکن حضور اکرام ضیف کی خاطر امرتسر اور بٹالہ سے پان منگواتے اور مہمان کی خاطر تواضع فرماتے - اسی طرح باوجود یکہ حضور کو حقہ نوشی سے طبعی طور پر کراہت تھی لیکن جو مہمان بوجہ مجبوری حقہ نوشی کے عادی تھے بسا اوقات حضورؑ نے ان کے لئے اپنے خدام کے ذریعہ حقہ کا بھی انتظام کرایا - ۱۹۰۵ء کی بات ہے جب کہ بوجہ مسلسل زلازل آنے کے حضورؑ خدام سمیت اپنے باغ واقعہ بہشتی مقبرہ میں قیام پذیر تھے - انہیں دنوں میں مولانا ابوالکلام صاحب آزاد کے بھائی ابو النصر مولانا غلام یٰسین صاحب آہ قادیان تشریف لائے جب وہ واپس گئے تو انہوں نے اخبار وکیل امرتسر میں اپنے تاثرات جن الفاظ میں تلمبند کئے ان سے حضورؑ کی مہمان نوازی کی جھلک نمایاں طور پر نظر آتی ہے وہ لکھتے ہیں :-

"میں نے اور کیا دیکھا - قادیان دیکھا - مرزا صاحب سے ملاقات کی - مہمان رہا - مرزا صاحب کے اخلاق اور توجہ کا مجھے شکریہ ادا کرنا چاہئے - میرے منہ میں حرارت کی وجہ سے چھالے پڑ گئے تھے - اور میں شور غذائیں کھا نہیں سکتا تھا مرزا صاحب نے (جب کہ دفعتاً گھر سے باہر تشریف لائے تھے) دودھ اور پاؤ روٹی تجویز فرمائی"

اکرام ضیف کی صفت خاص اشخاص تک محدود نہ تھی - چھوٹے سے لے کر بڑے تک ہر ایک نے بھائی کا سا سلوک کیا - اور مولانا حاجی حکیم نورالدین صاحب جن کے اسم گرامی

سے تمام انڈیا واقف ہے اور مولانا عبدالکریم صاحب جن کی تقریر کی پنجاب میں دھوم ہے۔ مولوی مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر بدر جن کی تحریروں سے کتنے انگریز یورپ میں مسلمان ہو گئے ہیں۔

مرزا صاحب کی صورت نہایت شاندار ہے جس کا اثر بہت قوی ہوتا ہے۔ آنکھوں میں ایک خاص طرح کی چمک اور کیفیت ہے۔ اور باتوں میں ملائمت ہے۔ طبیعت منکسر مگر حکومت خیز مزاج ٹھنڈا مگر دلوں کو گرما دینے والا۔ بُردباری کی شان نے انکساری کی کیفیت میں اعتدال پیدا کر دیا ہے۔ گفتگو ہمیشہ اس نرمی سے کرتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے گویا متبسم ہیں۔ رنگ گورا ہے۔ بالوں کو حنا کا رنگ دیتے ہیں۔ جسم مضبوط اور محنتی ہے۔ سر پر پنجابی وضع کی سفید پگڑی باندھتے ہیں۔ پاؤں میں جراب اور دیسی جوتی ہوتی ہے۔ عمر تقریباً ۶۶ سال کی ہے۔ مرزا صاحب کے مریدوں میں مَیں نے بڑی عقیدت دیکھی اور انہیں خوش اعتقاد پایا۔ میری موجودگی میں بہت سے معزز مہمان آئے ہوئے تھے جن کی ارادت بڑھی پایا کی تھی اور بے حد عقیدت مند تھے۔ مرزا صاحب کی وسیع الاخلاقی کا یہ ایک ادنیٰ نمونہ ہے کہ اثناء قیام کے متواتر نوازشوں کے خاتمہ پر بایں الفاظ مجھے مشکور ہونے کا موقعہ دیا "ہم آپ کو اس وعدہ پر اجازت دیتے ہیں کہ آپ پھر آئیں اور کم از کم دو ہفتے قیام کریں" (اس وقت کا متبسم چہرہ اب تک میری آنکھوں میں ہے) میں جس شوق کو لے کر گیا تھا ساتھ لایا۔ اور شاید وہی شوق مجھے دوبارہ لے جائے۔ واقعی قادیان نے اس جملہ کو اچھی طرح سمجھا ہے:۔

وَحَسِّنْ خُلُقَكَ وَلَوْ مَعَ الْكُفَّارِ

(حیات طیبہ ص ۳۶۹ تا ۳۷۰)

حضور علیہ السلام بارہا احباب جماعت اور تمام دنیا کے شرفاء کو بار بار قادیان آنے اور حضورؑ کی صحبت میں زیادہ سے زیادہ دن گذارنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے چنانچہ اسی اہم بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضورؑ کے ملفوظات میں آتا ہے کہ ایک موقعہ پر حضورؑ نے فرمایا:۔

"جو شخص ایسا خیال کرتا ہے کہ آنے میں اُس پر بوجھ پڑتا ہے یا ایسا سمجھتا ہے کہ یہاں ٹھہرنے میں ہم پر بوجھ ہوگا اُسے ڈرنا چاہیئے کہ وہ شرک میں مبتلا ہے ہمارا تو یہ اعتقاد ہے کہ اگر سارا جہان ہمارا عیال ہو جائے تو ہماری مُہمات کا متکفل خدا تعالیٰ ہے ہم پر ذرا بھی بوجھ نہیں ہمیں تو دوستوں کے وجود سے بڑی راحت پہنچتی ہے یہ وسوسہ ہے جسے دلوں سے دُور پھینکنا چاہیئے ......

مَیں نے بعض کو یہ کہتے سنا ہے کہ ہم یہاں بیٹھ کر کیوں حضرت صاحب کو تکلیف دیں ہم تو نکمے ہیں یوں ہی روٹی بیٹھ کر کیوں توڑا کریں وہ یہ یاد رکھیں یہ شیطانی وسوسہ ہے۔ جو شیطان نے ان کے دلوں میں ڈالا ہے کہ ان کے پیر یہاں جمنے نہ پائیں"

(ملفوظات جلد اوّل ص ۵۵۵)

خدمتِ خلق

۵:۔ مہمان نوازی کے بعد مَیں حضورؑ کی سیرت سے خدمت خلق غریبوں سے حسن سلوک، اُن کی ہمدردی بلکہ اپنے تعلق دار غیر مسلم غریب دوستوں کی ہمدردی کی چند ایک باتیں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ حضورؑ کی سیرت میں یہ بات خاص طور پر بیان ہوئی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک پُرانے صحابی حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی جو ایک جیّد عالم اور بہترین مصنف اور بڑے زیرک انسان گذرے ہیں انہوں نے سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایک مختصر مگر بڑا ہی جامع رسالہ لکھا ہے اس میں حضورؑ کی سیرت کے اس پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"بعض اوقات دوا دَرمل پوچھنے والی گنواری عورتیں زور سے دستک دیتی ہیں اور اپنی سادہ اور گنواری زبان میں کہتی ہیں "مرجاجی بُوا کھولو تاں"۔ حضرت اس طرح اُٹھتے ہیں جیسے مطاع ذیشان کا حکم آیا ہے اور کشادہ پیشانی سے باتیں کرتے اور دوا بتاتے ہیں۔ ہمارے ملک میں وقت کی قدر پڑھی ہوئی جماعت کو بھی نہیں۔ تو پھر گنوار تو اور بھی وقت کے ضائع کرنے والے ہیں۔ ایک عورت بے معنی بات چیت کرنے لگ گئی ہے اور اپنے گھر کا رونا اور ساس نند کا گلہ شروع کر دیا ہے اور گھنٹہ بھر اسی میں ضائع کر دیا ہے۔ آپؑ وقار اور تحمّل سے بیٹھے سُن رہے ہیں۔ زبان سے یا اشارے سے اس کو کہتے نہیں کہ بس اب جاؤ دوا پوچھ لی۔ اب کیا کام ہے ہمارا وقت ضائع ہوتا ہے۔ وہ خود ہی گھبرا کر اُٹھ کھڑی ہوتی اور مکان کو اپنی ہوا سے پاک کرتی ہے۔ ایک دفعہ بہت سی گنواری عورتیں بچوں کو لے کر دکھانے آئیں۔ اتنے میں اندر سے بھی چند خدمتگار عورتیں شربت شیرہ کے لئے برتن ہاتھوں میں لئے آنکلیں۔ اور آپؑ کو دینی ضرورت کے لئے ایک بڑا اہم مضمون لکھنا تھا اور جلد لکھنا تھا۔ مَیں بھی اتفاقاً جانکلا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ حضرت کمربستہ اور مستعد کھڑے ہیں۔ جیسے کوئی یورپین اپنی دُنیوی ڈیوٹی پر چُست اور ہوشیار کھڑا ہوتا ہے۔ اور پانچ چھ صندوق کھول رکھے ہیں۔ اور چھوٹی چھوٹی شیشیوں اور بوتلوں میں سے کسی کو کچھ دوا کسی کو کوئی عرق دے رہے ہیں اور کوئی تین گھنٹے تک یہی بازار لگا رہا اور ہسپتال جاری رہا۔ فراغت کے بعد مَیں نے عرض کیا حضرت یہ تو بڑی زحمت کا کام ہے اور اسی طرح بہت سا قیمتی وقت ضائع جاتا ہے۔ اللہ اللہ کس نشاط اور طمانیت سے مجھے جواب دیتے ہیں کہ یہ بھی تو ویسا ہی دینی کام ہے۔ یہ مسکین لوگ ہیں۔ یہاں کوئی ہسپتال نہیں۔ میں ان لوگوں کی خاطر ہر طرح کی انگریزی اور یونانی دوائیں منگوا رکھا کرتا ہوں جو وقت پر کام آجاتی ہیں اور فرمایا۔ یہ بڑا ثواب کا کام ہے۔ مومن کو ان کاموں میں سست اور بے پروا نہ ہونا چاہیئے"

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام ص ۴۱ تا ۴۲)

اس موقع پر قادیان ہی کے ایک معمّر شریف آریہ لالہ ملاوامل کے ساتھ حضورؑ کی دلی ہمدردی کا ایک واقعہ بیان کئے جانے کے قابل معلوم ہوتا ہے۔ یہ واقعہ ۱۸۸۱ء کا ہے اور جبکہ لالہ ملاوامل صاحب ایک مدت سے مرض دق میں مبتلا تھے جب مرض اپنی انتہا کو پہنچ گئی اور آثار مایوسی ظاہر ہو گئے تو ایک دن وہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر بے قراری سے رو پڑے اُن کی حالت دیکھ کر حضورؑ کا دل پگھل گیا اور حضورؑ نے خدا تعالیٰ سے بڑی توجہ کے ساتھ دُعا کی تب حضورؑ کو الہام ہوا یا نارُ کُونِی بَرْدًا وَّسَلَامًا یعنی ہم نے تپ کی آگ کو کہا کہ تو سرد اور سلامتی ہو جا چنانچہ اسی وقت اُنکو اس الہام سے اطلاع دی گئی اور خدا پر بھروسہ کر کے دعویٰ کیا کہ لالہ جی ضرور صحت یاب ہو جائیں گے۔ اور اس بیماری سے ہرگز نہیں مریں گے۔ چنانچہ اس کے بعد ایک ہفتہ نہیں گذرا کہ لالہ ملاوامل صاحب اس جانگداز مرض سے بکلی صحت یاب ہو گئے۔ اور ۹۵ برس کی لمبی عمر پا کر تقسیم ملک کے چند سال بعد وفات پائی۔ اس سے حضور علیہ السلام کی غیروں سے دلی ہمدردی اور اُن کے لئے خصوصی دعاؤں کی طرف متوجہ ہو کر اُن کی خیر خواہی چاہنے کا واضح ثبوت ملتا ہے۔

شرفِ انسانیت کا قیام

۶:۔ حضورؑ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے جو عظیم روحانی مرتبہ اور منصب حاصل تھا اور اُس کے بعد جس طرح آپؑ کو مقبولیت حاصل ہوئی یہ ایک واضح حقیقت ہے۔

آپؑ کے ماننے والے آپؑ کی زندگی میں ہی سینکڑوں سے ہزاروں اور ہزاروں سے لاکھوں کی تعداد میں ہو گئے۔ اس طرح کی ترقی اور شہرت پاکر عام حالات میں دُنیا داروں کے اپنے خیالات بھی بہت بلند ہو جاتے ہیں اور اپنی شخصیت کو دوسروں سے نمایاں سمجھنے لگتا ہے اگرچہ یہ بات دنیوی لیڈروں یا روحانیت سے عاری پیروں فقیروں میں تو پائی جاتی ہے لیکن جو لوگ سچی روحانیت کے مالک ہوتے ہیں وہ اس طرح کی بڑائی سے نہ صرف یہ کہ خود کوسوں دور ہوتے ہیں بلکہ ہر ایسے موقع پر دوسرے لوگوں کو بھی ٹھوکر سے بچا لیتے ہیں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت میں اس طرح کا ایک واقعہ بڑا ہی ایمان افروز رنگ میں مذکور ہوا ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے صحابہ میں سے حضرت بابو غلام محمد صاحب فورمین اور حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغل نے بیان کیا کہ ایک دفعہ جب حضورؑ لاہور تشریف لائے ہم چند نوجوانوں نے یہ مشورہ کیا کہ دوسری قوموں کے بڑے بڑے لیڈر جب یہاں آتے ہیں تو اُن کی قوموں کے نوجوان گھوڑوں کے بجائے خود اُنکی گاڑیاں کھینچتے ہیں۔ اور ہمیں جو لیڈر اللہ تعالیٰ نے دیا ہے یہ اتنا جلیل القدر ہے کہ بڑے بڑے بادشاہ بھی اس کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتے پس آج گھوڑوں کی بجائے ہمیں ان کی گاڑی کھینچنی چاہیئے چنانچہ ہم نے گاڑی والے کو کہا کہ اپنے گھوڑے الگ کر لو۔ آج گاڑی ہم کھینچیں گے۔ کوچ مین نے ایسا ہی کیا۔ جب حضورؑ باہر تشریف لائے تو فرمایا گھوڑے کہاں ہیں؟ ہم نے عرض کی کہ حضورؑ دوسری قوموں کے لیڈر آتے ہیں تو اُن کی قوم کے نوجوان ان کی گاڑیاں کھینچتے ہیں۔ آج حضورؑ کی گاڑی کھینچنے کا شرف ہم حاصل کریں گے۔ فرمایا فوراً گھوڑے جوتو۔ ہم انسان کو حیوان بنانے کے لئے دنیا میں نہیں آئے!! ہم تو حیوان کو انسان بنانے کے لئے آئے ہیں۔

اللہ اللہ کیسے پاکیزہ خیالات ہیں خدا کے مسیح کے کہ بہت ہیں جو ایسے مواقع کی تلاش میں رہتے ہیں اور ہر جائز ناجائز طریق سے اپنی بڑائی ثابت کر دینا چاہتے ہیں۔ وہ اس بات میں لذت پاتے اور فخر محسوس کرتے ہیں کہ ان کی گاڑی کو حیوان کی بجائے انسان کھینچیں۔ لیکن حضورؑ نے جو بلاشبہ حیوان کو انسان بنانے کے لئے تشریف لائے تھے اس بے جا نمود کو پائے استحقار سے ٹھکرا کر انسان کا صحیح وقار اور احترام قائم کرنا پسند

فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

سیرت طیبہ کے بارہ میں مخالفین کی آراء

مضمون کے آخر میں مَیں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کے سلسلہ میں غیر از جماعت کی چند آراء اور تحریرات پیش کر کے اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں جو مطابق عربی محاورت الفضل ما شھدت بہ الاعداء کے خوبی وہ ہے جس کی دوسرے بھی گواہی دیں۔

چنانچہ اس سلسلہ میں سب سے پہلے نمبر پر اخبار زمیندار کے ایڈیٹر مولوی ظفر علی خان صاحب کے والد اور اخبار زمیندار کے بانی منشی سراج الدین احمد کی رائے قابل ذکر ہے انہوں نے لکھا

"مرزا غلام احمد صاحب ۱۸۶۰ء یا ۱۸۶۱ء کے قریب ضلع سیالکوٹ میں محرر تھے اُس وقت آپ کی عمر ۲۲-۲۴ سال کی ہوگی اور ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے کاروبار ملازمت کے بعد ان کا تمام وقت مطالعہ دینیات میں صرف ہوتا تھا عوام سے کم ملتے ۱۸۷۷ء میں ہمیں ایک شب قادیان میں آپ کے ہاں مہمانی کی عزت حاصل ہوئی ان دنوں میں عبادت اور وظائف میں اس قدر محو و مستغرق تھے کہ مہمانوں سے بھی بہت کم گفتگو کرتے تھے۔"

۲۔ اخبار وکیل میں حضورؑ کی وفات پر جو مقالات شائع ہوئے ان میں ایک مقالہ میں کہا گیا کہ

"وہ کیریکٹر کے لحاظ سے مرزا صاحب کے دامن پر سیاہی کا چھوٹے سے چھوٹا دھبہ بھی نظر نہیں آتا۔ وہ ایک پاک باز کا جینا جیا اور اس نے ایک متقی کی زندگی بسر کی۔ غرض یہ کہ مرزا صاحب کی ابتدائی زندگی کے پچاس سالوں نے بلحاظ اخلاق و عادات اور کیا بلحاظ خدمات و حمایت دین۔ مسلمانانِ ہند میں ایک ممتاز برگزیدہ اور قابلِ رشک مرتبہ پر پہنچا دیا۔"

۳۔ لاہور کے مشہور غیر احمدی رسالہ تہذیب نسواں کے ایڈیٹر صاحب نے لکھا۔

"مرزا صاحب مرحوم نہایت مقدس اور برگزیدہ بزرگ تھے اور نیکی کی ایسی قوت رکھتے تھے جو سخت سے سخت دل کو تسخیر کر لیتی تھی وہ نہایت باخبر عالم اور بلند ہمت مصلح اور پاک زندگی کا نمونہ تھے۔"

۴۔ لاہور ہی کے آریہ اخبار "اندر" نے لکھا۔

"مرزا صاحب اپنی ایک صفت میں محمد صاحب سے بہت مشابہت رکھتے تھے اور وہ صفت ان کا استقلال تھا خواہ وہ کسی مقصود کو لے کر تھا اور ہم خوش ہیں کہ وہ آخری دم تک اس پر ڈٹے رہے اور ہزاروں مخالفتوں کے باوجود ذرا بھی لغزش نہیں کھائی۔"

۵:- لکھنؤ کے نامور نقاد اور ادیب علامہ نیاز فتح پوری نے ۱۹۵۹ء میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھا:-

"بانیٔ احمدیت کے متعلق میرا مطالعہ ہنوز تشنۂ تکمیل ہے اور میں نہیں کہہ سکتا کہ مرزا صاحب کی سیرت اور ان کی تعلیمات انکی دعوت اصلاح۔ ان کے تفہیمات قرآنیہ ان کے عقائد و نظریئے اور ان کے تمام عملی کارناموں کو سمجھنے کے لئے کتنا زمانہ درکار ہوگا۔ کیونکہ انکی وسعت وہمہ گیری کا مطالعہ قلزم آشامی چاہتا ہے اور یہ شاید میرے بس کی بات نہیں تاہم اگر اس وقت تک کے تمام تاثرات کو اختصار کے ساتھ بیان کرنے پر مجبور کیا جائے تو مَیں بلا تکلف کہہ دوں گا کہ "وہ بڑے غیر معمولی عزم و استقلال کے صاحب فراست و بصیرت انسان تھا جو ایک خاص باطنی قوت اپنے ساتھ لایا تھا اور اس کا دعویٰ تجدید و مہدویت کوئی بات نہ تھی۔"

اس میں کلام نہیں کہ انہوں نے یقیناً اخلاقِ اسلامی کو دوبارہ زندہ کیا۔ اور ایک ایسی جماعت پیدا کر کے دکھا دی جس کی زندگی کو ہم یقیناً اسوۂ نبی کا پرتو کہہ سکتے ہیں۔"

(رسالہ نگار ماہ نومبر ۱۹۵۹ء)

آپ نے چند باتیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت سے متعلق سنیں حقیقت یہ ہے کہ جس شخص کو خدا تعالیٰ اصلاح خلق کی غرض سے مبعوث فرماتا ہے تو اُس کی طبیعت اور اُس کے مزاج کو بھی اپنی خاص عنایت سے اس طرح کا بنا دیتا ہے کہ وہ خوش خُلقی اور نرم مزاجی کا مرقع بن جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ بھی اپنے آقا و مطاع سیّدنا حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ایسے ہی اوصاف حمیدہ اور شمائل حسنہ سے متصف تھے کہ اپنے بلند اخلاق اور نیک خصلت کے سبب مخلوق خدا کے دل جیت لئے چنانچہ قرآن پاک میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں آیا ہے کہ

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ۔

ہو بہو انہی الفاظ میں آپؑ کو بھی الہام الٰہی سے نوازا گیا جس کا مطلب یہ ہے کہ آپؑ بھی اپنے محبوب آقا و مطاع کے رنگ میں پورے طور پر رنگین ہو گئے۔ دُنیا اس بات پر شاہد ناطق ہے کہ آپؑ مخلوقِ خدا کو سچے خدا کی طرف بلانے کے لئے اکیلے اُٹھے سعید روحیں آپؑ کے گرد جمع ہونے لگیں جو آتا وہ آپؑ کے اخلاق کریمہ کا گرویدہ ہو جاتا جو آپؑ کی بات سنتا دلائل کی پختگی کا قائل ہوئے بغیر نہ رہتا اسی کا نتیجہ تھا کہ رفتہ رفتہ پاکباز اور نیک اطوار لوگوں کی ایک مضبوط اور باعمل جماعت تیار ہو گئی اور جب ۱۹۰۸ء میں آپؑ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے بلاوا آیا تو لاکھوں کی تعداد میں ایسے برگزیدہ متقی افراد کی جماعت قائم ہو چکی تھی جس کا ہر دن ترقیات کی خبر دیتا ہے اور ہر رات مخالفین کی تعداد کو کم کر دینے کی علامت بن کر گزرتی ہے۔ اور وہ دن دُور نہیں جب دُنیا کی اکثریت اس بزرگ انسان کی قدر کو پہچان جائے گی اور اُس کی تعلیمات کو سر آنکھوں پر رکھ کر اپنی زندگی کے اصل مقصود کو حاصل کر لینے کی طرف توجہ کریگی جو خدا کو پا لینے اور اس سے ذاتی تعلق قائم کر لینے سے پورا ہوتا ہے۔!!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(تحریر و ترتیب محمد حفیظ بقاپوری)

قادیان میں شادی کی دو تقاریب

۱۔ مورخہ ۲۳/۳ کو مکرم سید عبد النقی صاحب آف برہ پورہ بھاگلپور (بہار) کی شادی کی تقریب عمل میں آئی۔ اس سے قبل جلسہ سالانہ ۱۹۷۶ء کے موقعہ پر موصوف کا نکاح عزیزہ امۃ الکریم صاحبہ بنت مکرم مستری محمد دین صاحب درویش کے ہمراہ ہو چکا تھا مکرم سید عبد النقی صاحب مورخہ ۶/۳ کو مکرم مولوی محمد حمید صاحب کوثر مبلغ برہ پورہ بھاگلپور کے ہمراہ اپنی شادی کے سلسلہ میں قادیان آئے تھے۔ چنانچہ آج بعد نماز عصر مسجد مبارک میں تلاوت و نظم کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ امیر مقامی نے اجتماعی دُعا کرائی اس کے بعد درویشان کرام کثیر تعداد میں بصورت برات مکرم مستری محمد دین صاحب درویش کے مکان پر گئے۔ اس جگہ بھی تلاوت و نظم کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب امیر مقامی نے اجتماعی دُعا کرائی۔ مکرم سید عبد النقی صاحب مورخہ ۲۴/۳ کو بعد نماز ظہر اپنی اہلیہ صاحبہ کے ہمراہ برہ پورہ بھاگلپور کے لئے روانہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے باعث برکت اور مثمر ثمرات حسنہ بنائے آمین۔

مکرم مولوی حمید الدین صاحب شمس نے اپنی ہمشیرہ صاحبہ کی شادی کی خوشی میں شکرانہ فنڈ میں ۵/ روپے مساجد فنڈ میں ۵/ روپے اور اعانت بدر میں ۵/ روپے ادا کئے نیز مکرم سید عبد النقی صاحب نے شادی فنڈ میں ۵/ روپے درویش فنڈ میں ۵/ روپے اور اعانت بدر میں ۵/ روپے ادا کئے ہیں۔ جزاہم اللہ تعالیٰ۔

۲۔ مورخہ ۳/۳ کو عزیز مکرم لطیف احمد صاحب حیدر آبادی کارکن فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان کی شادی کی تقریب عمل میں آئی۔ گذشتہ سال ان کا نکاح عزیزہ حمیدہ بشریٰ صاحبہ بنت مکرم قریشی محمد شفیع صاحب عابد درویش کے ساتھ ہو چکا تھا۔ چنانچہ آج بعد نماز عصر مسجد مبارک میں تلاوت و نظم کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب امیر مقامی نے اجتماعی دُعا کرائی۔ بعدہٗ درویشان کرام کثیر تعداد میں برات کے طور پر مکرم چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی کے مکان (جہاں مکرم محمد شفیع صاحب عابد نے برات کے بیٹھنے کا انتظام کیا ہوا تھا۔) گئے۔ یہاں پر بھی تلاوت و نظم کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب امیر مقامی نے اجتماعی دُعا کرائی۔ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو بھی جانبین کے لئے باعثِ برکت اور مثمر ثمراتِ حسنہ بنائے۔ آمین۔ (ایڈیٹر بدر)

درخواست ہائے دُعا

۱۔ محترم ڈاکٹر محمد عابد صاحب قریشی کا ہرنیا کا اپریشن بریلی میں ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپریشن کامیاب ہوا ہے۔ صحت کاملہ کے لئے عاجزانہ درخواست دُعا ہے۔ خاکسار۔ عبد الحق فضل مبلغ شاہجہانپور۔

۲۔ میری بچی صادقہ بانو بیگم زوجہ ڈاکٹر آفتاب احمد صاحب کی کچھ دنوں سے طبیعت بہت خراب چلی آرہی ہے۔ متلی کی بہت شکایت ہے اور بعض اوقات قے ہو جاتی ہے جس سے ضعف ہو جاتا ہے احباب جماعت سے درخواست دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری بچی کو صحت کاملہ اور لمبی صحت والی عمر دے اور اس کی اولاد دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والی ہو۔ نیز مَیں حال ہی میں لندن سے سعودی عرب میں حج بیت اللہ سے واپس حیدر آباد آئی ہوں جس سے میری طبیعت میں نقاہت زیادہ ہے میری صحت کی بحالی کے لئے بھی دُعا کی درخواست ہے۔

خاکسارہ۔ زاہدہ بانو بیگم حیدر آباد۔

الہامِ الٰہی

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا کی صداقت

اور

مولوی منظور احمد چنیوٹی کے دورہ نائیجیریا کا واقعاتی تجزیہ

از مکرم مولوی محمد اجمل صاحب شاہد امیر و مشنری انچارج احمدیہ مسلم مشن نائیجیریا

مولوی منظور احمد صاحب چنیوٹی نے جو دورہ گذشتہ سال مغربی افریقہ کے بعض ممالک کا مولوی خالد محمود صاحب کی معیت میں کیا تھا۔ اس کی جو رپورٹیں انہوں نے اپنے سعودی کرم فرماؤں کو ارسال کی تھیں۔ اب اُن کو ایک کتابی صورت میں شائع کیا گیا ہے۔ ان رپورٹس اور کتابچہ کا اصل مقصد جس کا اظہار مختلف پیرایہ میں کیا گیا ہے۔ کہ سعودی حکومت جماعت احمدیہ کے خلاف جو اب تک مساعی افریقی ممالک میں کر رہی ہے وہ مؤثر اور کامیاب نہیں ہیں اور آئندہ کے لئے اگر اس کی مکمل اجارہ داری انکو دیدی جائے اور "تحریک ختم نبوت" کے سپرد "خدمت" کر دی جائے تو وہ اس معاونت کے بہتر نتائج پیدا کر سکیں گے۔ اپنی رپورٹ میں لکھتے ہیں۔

"نائیجیریا میں مرزائیوں کے خصوصی حالات دیکھ کر ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ردِّ مرزائیت کا کام کسی اور دینی خدمت کے طور پر نہ کیا جائے بلکہ اسے ختم نبوت کے نام سے ایک مستقل حیثیت دی جائے۔"

(رپورٹ صفحہ ۳۷)

یہی وجہ ہے کہ مولوی صاحب نے اپنے اس دورہ کا آغاز سعودی عرب سے کیا اور پھر متواتر اپنی رپورٹیں اور سفارشات ان کو اور سعودی سفارتخانوں کو بھجواتے رہے۔ سعودی حکومت سے اپنے اس جماعت احمدیہ کے خلاف "مستقل کنٹریکٹ" کے حصول کے جوش میں مولوی صاحب نے اپنی متعدد مزعومہ فتوحات اور غیر معمولی کامیابیوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس سے گویا وہ یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ اس سلسلہ میں سعودی حکومت کے "مبعوثین" باوجود مستقل تنخواہ دار ہونے کے جماعت احمدیہ کے مقابلہ میں کچھ کام نہیں کر سکے اور جماعت بدستور ترقی پذیر ہے۔ آپ نے اپنی متعدد رپورٹس میں اشارہ کنایہ اور کئی جگہ صراحت سے یہ مشورہ دیا ہے کہ آئندہ کے لئے کیوں نہ اُن کو اور اُن کی تنظیم ختم نبوت کو آزمایا جائے اور اس سلسلہ میں خاطر خواہ مالی امداد ان کو فراہم کی جائے۔

اس پس منظر میں مولوی منظور احمد صاحب کی مبالغہ آمیز رپورٹ کی حقیقت کا نہایت آسانی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ مولوی صاحب کو اپنے اس مقصد میں کہاں تک کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ یا ان کی پیشکش کو ان کے ماضی کی روشنی میں درخورِ اعتنا نہیں سمجھا گیا۔ قطع نظر اس امر کے کہ مولوی صاحب کے اس دورہ سے ان کو کیا ذاتی فوائد حاصل ہوئے ہیں یا مستقبل کے لئے کیا روشن امکانات پیدا ہوئے ہیں جو امر ہمارے نقطہ نظر سے اہمیت رکھتا ہے کہ اُن کے دورہ سے خود جماعت احمدیہ نائیجیریا کو ایک بہت بڑا فائدہ پہنچا ہے۔

مولوی منظور احمد صاحب اپنے مغربی افریقہ کے ایک ماہ کے دورہ میں سے تقریباً نصف وقت نائیجیریا میں قیام پذیر رہے۔ اپنے اس قیام کے دوران جس امر کا خصوصیت سے انہوں نے قدرے تفصیل سے ذکر کیا ہے وہ انکا ابیجوا وڈے میں مجلس مذاکرہ و دیگر مساعی ہیں۔ اپنی رپورٹ میں انہوں نے دو دفعہ وہاں جانے کا ذکر کیا ہے پھر ان کے سارے دورہ میں یہی وہ جگہ ہے کہ جہاں وہ خصوصیت سے جماعت احمدیہ کی سنٹرل مسجد کے اندر گئے۔ سوائے اس مسجد کے وہ از خود کسی اور احمدیہ مسجد میں نہیں گئے۔ اس جگہ اور مسجد کے متعلق وہ رپورٹ میں لکھتے ہیں۔

"یہ شہر (ابیجوا وڈے) اس لحاظ سے بہت اہمیت رکھتا ہے کہ مرزائیوں کی سنٹرل مسجد اس شہر میں ہے۔ مرزا ناصر کے دورہ افریقہ کی رپورٹ میں (افریقہ سپیکس) اسی شہر کی مسجد کی فوٹو دی گئی ہے۔"

(رپورٹ صفحہ ۳۱)

پھر اپنے دوسری مرتبہ وہاں جانے کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:۔

"ہم ساڑھے نو بجے ابیجوا وڈے پہنچ گئے۔ یہاں مرزائیوں کا اہم مرکز ہے اور مرزائیوں کے دورہ افریقہ (افریقہ سپیکس) کی رپورٹ میں جس سنٹرل مسجد کی تصویر دی گئی ہے وہ اسی شہر میں واقع ہے۔ ہم پہلے مرزائیوں کے اس مرکز میں پہنچے۔" (رپورٹ صفحہ ۳۲)

اب حیران کن امر یہ ہے کہ نہ تو جماعت احمدیہ نائیجیریا کا مرکز ابیجوا وڈے میں ہے اور نہ ہی افریقہ سپیکس میں صرف اس ایک مسجد کا فوٹو ہے بلکہ جماعت کا مرکز لیگوس میں ہے جہاں جماعت کی تین منزلہ شاندار مسجد اور مشن ہاؤس موجود ہے اور افریقہ سپیکس میں ابیجوا وڈے کی مسجد کے علاوہ دیگر کئی مساجد کا فوٹو اور ذکر موجود ہے۔ مگر یوں معلوم ہوتا ہے کہ مولوی منظور صاحب کے دل و دماغ پر نائیجیریا کی یہی مسجد چھائی ہوئی ہے واضح ہے کہ انکا اس مسجد اور مرکز کا بار بار ذکر کرنا بے معنی نہیں ہے بلکہ یہ کسی گہرے پس منظر کی عکاسی کرتا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مولوی صاحب جماعت احمدیہ کی اس مسجد کو دیکھنے کے لئے کیوں بیتاب تھے۔ شہر کے اندر داخل ہوتے ہی وہ سب سے پہلے اس مسجد کے اندر کیوں داخل ہوئے۔ پھر اس مسجد کو کیا خصوصیت حاصل تھی کہ سوائے اس مسجد کے (نائیجیریا میں جماعت احمدیہ کی تقریباً یکصد مساجد موجود ہیں) مولوی صاحب جماعت کی کسی اور مسجد میں نہیں گئے۔ اس کی وجہ بڑی دلچسپ اور فکر انگیز ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ابیجوا وڈے کی اس مسجد کے متعلق پاکستان میں مولوی صاحب اور اُن کے بھائی بندوں نے یہ پروپیگنڈا کیا کہ اس مسجد پر کلمہ طیبہ کے الفاظ محمد رسول اللہ کی بجائے احمد رسول اللہ لکھے ہیں۔ اس کے ثبوت میں "افریقہ سپیکس" میں اس مسجد کے مطبوعہ فوٹو کے عکس شائع کئے گئے جس میں یہودیانہ تحریف سے کام لیتے ہوئے بڑی عیاری سے محمد کو احمد سے بدلنے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس جھوٹے الزام کے بل بوتے پر یہاں تک کہا گیا کہ یہ جماعت احمدیہ کے دائرہ اسلام سے خارج ہونیکا" بولتا ثبوت" ہے۔ اگرچہ ہماری طرف سے اس کی پُرزور تردید کی گئی تاہم علماء اپنے جھوٹ پر مصر رہے۔ اس پروپیگنڈہ کا اثر مولوی صاحب کے دل و دماغ پر حاوی تھا جو اُن کو کشاں کشاں اس مسجد کی طرف لے گیا تاکہ شاید اُن کا جھوٹا خواب شرمندہ تعبیر ہو سکے۔ مگر ؎

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اب قارئین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مولوی صاحب کے ارمانوں اور حسرتوں کا کس قدر خون ہوا ہوگا کہ جب انہوں نے اس مسجد کے اندر داخل ہوتے ہی اس کے ماتھے پر نہ صرف ایک جگہ بلکہ دو جگہ کلمہ طیبہ کو اُس کی صحیح صورت میں لکھا ہوا دیکھا۔ انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ اگر ان کے اندر کچھ بھی تخم دیانت ہوتا تو اپنی رپورٹ میں کم از کم اس امر کا اعتراف کرتے کہ جماعت احمدیہ کے خلاف یہ اعتراض اور پروپیگنڈا اس مسجد کے متعلق صحیح نہیں ہے۔ مگر ان کی رپورٹ پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کی جھوٹی امیدوں پر پانی پھرنے کے بعد ان کی حالت ایک زخمی سانپ کی سی تھی اور اپنی اس حالت کا انتقام انہوں نے جماعت احمدیہ اور اُس کے مقدس بانی کے خلاف غلیظ لچر اور فحش زبان کے استعمال سے لیا۔ انہوں نے اپنی تقاریر اور جماعت کے لوگوں سے گفتگو میں جس گندہ ذہنی کا مظاہرہ کیا وہ یہاں کے لوگوں کے لئے ایک نیا اور انوکھا تجربہ تھا۔ انکو اس سے اندازہ ہوا کہ جماعت احمدیہ کے مخالفین کس قماش کے لوگ ہیں۔ وہ بجائے قرآن وحدیث کی علمی بحث کے سب و شتم اور کذب و افترا میں ہی اپنی عافیت سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے دورہ کے بعد کئی سعید فطرت روحیں تلاشِ حق کے لئے بیدار ہوئیں اور اُن میں پانچ افراد حلقہ بگوشِ احمدیت ہوئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

الغرض مولوی منظور صاحب کا دورہ افریقہ جماعت احمدیہ نائیجیریا کے لئے اس لحاظ سے بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ کہ اب جماعت کو معاندین احمدیت میں سے ایسے سینی شاہد میسر آگئے ہیں (جن کا تحریری اقرار موجود ہے کہ وہ اس مسجد کے اندر گئے تھے) جن سے یہ مطالبہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ حلفیہ طور پر اس امر کی شہادت دیں کہ انہوں نے ابیجوا وڈے کی مسجد پر کلمہ طیبہ کے کیا الفاظ دیکھے تھے۔ کیا احمدیہ مسجد پر کلمہ طیبہ کے وہ غلط الفاظ تھے جو علماء نے جماعت کی طرف منسوب کئے تھے یا علماء نے تحریف کر کے غلط جماعت کی طرف منسوب کیا تھا؟

درخواستِ دُعا

خاکسار کے نانا کافی عرصہ سے بیمار چلے آرہے ہیں اُن کی کامل شفایابی کے لئے اور والدین کی صحت و سلامتی اور مشکلات کے ازالہ کے لئے اور ماموں عبد المنان عاجز کے امتحان میں کامیابی کے لئے تمام احباب سے دُعا کی درخواست ہے۔ خاکسار۔ ضمیر احمد طاہر متعلم مدرسہ احمدیہ۔

امام مہدی کا ظہور اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ

از محترم مولانا شریف احمد صاحب امینی ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

(۱)

اسلام کا ظہور ساتویں صدی عیسوی کے شروع میں ہوا۔ جب بانیٔ اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادِ خداوندی کے ماتحت اعلان فرمایا:۔

”یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا“

کہ اے تمام لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں اور خدا تعالیٰ نے مجھے ایک کامل عالمگیر اور دائمی شریعت عطا فرمائی ہے جو زندگی کے ہر شعبہ میں تمہاری صحیح راہنمائی کرے گی ارشاد باری تعالےٰ

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔

اس پر نص صریح ہے کہ ہم نے تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کر دیا ہے اور ہم نے تمہارے لئے دین اسلام کو بطور دین و مذہب پسند فرمایا ہے چنانچہ یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ قرآنی تعلیمات روحانی، اخلاقی، تمدنی معاشرتی اور اقتصادی طور پر ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔

اسلام سے قبل جو انبیاء و مرسلین آئے ان کے پیغامات و شرائع محدود علاقوں، قوموں اور محدود زمانوں کے لئے تھے صرف اسلام ہی ایک پہلا مذہب ہے جس کی دعوت کامل اور عالمگیر ہے۔ اور جس میں نسل انسانی کو بلا لحاظ رنگ و نسل اور ملک و قوم بحیثیت مجموعی خطاب کیا گیا ہے اور یہ امر اس کے عالمگیر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

(۲)

اسلام کا یہ نور جو مکہ میں ظاہر ہوا پہلے عرب میں پھیلا اور وہاں ایک روحانی و نورانی انقلاب پیدا کیا۔ ان کے عقائد و خیالات انداز فکر اور عمل کو بدل ڈالا اور ایک بہترین معاشرہ کی بنیاد ڈالی اور اسے ترقی دی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلفائے راشدین کے زمانہ میں ۲۵ سال کے اندر اندر اسلام کا یہ نور ایران۔ شام مصر اور آرمینیا میں جگمگانے لگا۔ آٹھویں صدی عیسوی کے نصف اوّل میں اسلام یورپ میں اسپین، سسلی اور افریقہ اور ایشیا کے متعدد بر حصہ پر محیط ہوگیا اور عالم اسلام کی مذہبی۔ سیاسی۔ سماجی و تہذیبی وحدت حیرت انگیز تھی اسلام جو اپنی فطرتی اور کامل تعلیمات کے ساتھ جلوہ گر ہوا تھا جس نے انسانی کانشنس کو اپیل کی تھی اس نے دنیا کا نقشہ بدل دیا۔ ایک عظیم الشان اور حیرت انگیز انقلاب دنیا میں برپا کیا۔ نئے نظام نئے تمدن اور نئی تہذیب کی صرف بنیاد رکھی بلکہ تہذیب و تمدن کے زمین و آسمان کو بھی بدل ڈالا۔ اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اسلام جہاں جہاں گیا اس نے دنیا کی قوموں کی تہذیب و تمدن کو مالا مال کر دیا۔ اسلام کو اپنی تاریخ میں کئی قدیم اور اعلیٰ درجہ کے متمدن معاشروں سے سابقہ پڑا۔ اس نے ان پر گہرا اثر ڈالا۔ ان کا اثر بھی قدرے قبول کیا مگر اس طرح کہ اس کی اپنی بنیادی خصوصیات قائم رہیں نویں صدی عیسوی کا دور اسلامی دنیا کا ”سنہری دور“ قرار دیا جاتا ہے اس دور میں عربوں نے اپنے تجربات و اکتشافات کے ذریعہ سے ہی علم کو ترقی نہیں دی۔ بلکہ دار الترجمون اور لائبریریوں کے قیام، ثقافت کی اشاعت اور عالموں کی سرپرستی کے ذریعہ علوم و فنون کی اشاعت کی۔ بغداد بصرہ اور اسپین میں قرطبہ۔ غرناطہ اور طلیطلہ علوم کے مرکز تھے۔ دسویں صدی میں مسلمانوں کا تمدن اندلس میں اعلیٰ پیمانہ پر رہا اس وقت یورپ نیم وحشی حالت میں تھا اور گیارھویں اور بارھویں صدی میں جب عیسائیوں میں علم کے حصول کی امنگ پیدا ہوئی تو انہوں نے عربوں کی طرف ہی رجوع کیا۔ طب علم ہیئت۔ جغرافیہ کیمسٹری۔ تاریخ اور طبیعیات الغرض علم کی ہر شاخ کے متعلق۔ اسلامی یونیورسٹیوں میں تعلیم دی جاتی تھی اور عالم اسلامی علوم و فنون کا گہوارہ تھا۔

(۳)

تیرھویں صدی عیسوی سے مسلمانوں کا وہ دور شروع ہوا جسے مجموعی طور پر ”دور انحطاط و تنزل“ کہا جا سکتا ہے۔ جب منگول حملہ آوروں کے ہاتھوں بغداد کی تباہی نے خلافت عباسیہ کا خاتمہ کر دیا اور عالمگیر اسلامی معاشرے کا شیرازہ بکھر گیا اور وہ متعدد مقامی حکومتوں میں بٹ گیا اور باہمی علمی اور تہذیبی روابط میں کمی آگئی اور مسلمانوں کے ذہنی زاویہ نظر میں کمی آگئی۔ اور فکر میں سطحیت اور جمود پیدا ہوگیا۔

اسلامی دنیا اور مغربی یورپ میں ثقافتی تعلقات ۱۵ ویں صدی کے وسط تک اسپین کے ذریعہ قائم تھے۔ جب اسپین کی اسلامی حکومت کا خاتمہ ہوگیا اور عیسائی برسر اقتدار آئے تو ایک طرف انہوں نے مسلمانوں کو ہسپانیہ سے نکالا تو دوسری طرف اسلامی تہذیب و تمدن کے آثار کو مٹانا شروع کر دیا مگر پھر بھی تھوڑا بہت تعلق مشرق و مغرب کا عرب کے ذریعہ قائم تھا مگر جب واسکوڈی گاما نے راس امید کا بحری راستہ دریافت کر لیا تو مغربی ممالک کی تجارت عربیا ممالک کو چھوڑ کر اس نئے راستے سے ہونے لگی اور عربوں کے مغربی دنیا سے تجارتی اور ثقافتی تعلقات ختم ہونے لگے صرف ترکی میں سلطنت عثمانیہ باقی تھی مگر صلیبی جنگوں کی وجہ سے مغربی دنیا سے ان کے ثقافتی روابط قائم نہ رہ سکے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک طرف جزیرہ نما عرب معاشی کساد بازاری اور ذہنی علیحدگی کا شکار ہوگیا تو دوسری طرف قسطنطنیہ سے یونانی علماء علمی خزانے لے گئے اور ان سے اطالیہ اور یورپ کو مالا مال کر دیا اور ان کو سائنس اور ٹکنالوجی کی نئی راہ پر لگا دیا۔ وہ لوگ عالم اسلام کو چھوڑ کر آگے بڑھتے رہے۔ ہندوستان کے سوا باقی ہر جگہ مسلمانوں کا ذہن تہذیبی علیحدگی کی بند ہوا میں گھٹ کر جمود میں مبتلا ہوگیا۔ مسلمانوں کی سیاسی اور مادی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر مغربی اقوام نے عالم اسلام میں اپنا سیاسی اثر و نفوذ پیدا کر لیا۔ اور ہندوستان میں تو مغلیہ سلطنت کو ختم کر کے نہ صرف اپنی حکومت قائم کر لی بلکہ مسلمانوں کی علمی دینی کمزوری اور اپنے سیاسی اثر و نفوذ سے ناجائز فائدہ اٹھا کر عیسائیت کی تبلیغ کو وسیع کر دیا۔ اسلام اور بانیٔ اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و تعلیمات پر حملے شروع کر دیئے اور اس طرح مسلمانوں کو عیسائی بنانا شروع کر دیا۔

(۴)

مشہور امریکن پادری مسٹر جان ہیرو نے ۱۹ ویں صدی کے آخر میں ہندوستان کے مختلف شہروں کا دورہ کیا اور ”عیسائیت کے عالمی اثرات“ کے عنوان سے ایک لیکچر میں فخریہ انداز میں کہا:۔

”اب میں اسلامی ممالک میں عیسائیت کی روز افزوں ترقی کا ذکر کرتا ہوں اس ترقی کے نتیجہ میں صلیب کی چمکار آج ایک طرف لبنان پر ضو افگن ہے۔ تو دوسری طرف فارس کے پہاڑوں کی چوٹیاں اور باسفورس کا پانی اس کی چمکار سے جگمگ جگمگ کر رہا ہے یہ صورت حال پیش خیمہ ہے اس آنے والے انقلاب کا کہ جب قاہرہ دمشق اور تہران کے شہر خداوند یسوع مسیح کے خدام سے آباد نظر آئیں گے۔ حتیٰ کہ صلیب کی چمکار صحرائے عرب کے سکوت کو چیرتی ہوئی وہاں پہنچے گی اس وقت خداوند یسوع مسیح اپنے شاگردوں کے ذریعہ مکہ کے شہر اور خاص کعبہ کے حرم میں داخل ہوگا۔ اور بالآخر وہاں اس حق و صداقت کی منادی کی جائے گی کہ ”ابدی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور یسوع مسیح کو جانے جسے تو نے بھیجا ہے“۔“

(بیروز لیکچرز صفحہ ۴۲)

انیسویں صدی کا وسط تو ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے ایک ایسا خطرناک دور تھا کہ اسلام اور مسلمانوں پر چوطرفہ حملے ہو رہے تھے۔ ان کی سیاسی مذہبی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر ایک طرف عیسائی پادری مسلمانوں کو عیسائی بنا رہے تھے تو دوسری طرف ہندو خصوصاً آریہ لوگ اپنے اعتراضات سے مسلمانوں کے قلوب کو چھلنی کر رہے تھے اور نام نہاد شدھی میں سرگرم تھے۔ عیسائیوں اور آریہ لوگوں کی طرف سے اسلام کے خلاف دن رات جارحانہ لٹریچر شائع ہوتا تھا۔ مگر مسلمانوں میں اپنے غلط عقائد اور رسوم کی وجہ سے تاب مقابلہ نہ تھی ہاں البتہ کچھ ایسے لوگ بھی تھے۔ جو مغربی تہذیب و تمدن اور فلسفہ

سے متاثر ہو کر مرعوبانہ حالت میں اسلام کی مدافعت کر رہے تھے مگر ان کی مدافعت میں بھی "معذرت پسندانہ" رنگ تھا اس زمانہ کا نقشہ کھینچتے ہوئے مسلمان زعماء نے اپنی کس میرسی کو تسلیم کیا ہے۔ نمونہ

(الف) مولانا آزاد مرحوم فرماتے ہیں :۔
"۱۸۵۷ء کے انقلاب نے مسلمانوں کے ہر ایک نظم کو پارہ پارہ کر دیا اور ان کے تمام امتیازات کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔"
(آزاد ۲۲ فروری ۱۹۵۱ء)

(ب) مولانا سید احمد اکبر آبادی رقمطراز ہیں :
"اب یہ حالت دگرگوں ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں مسلمانوں پر ادبار و انحطاط کا تسلط ہے اور علم و عمل کے ہر میدان میں وہ سب سے پیچھے نظر آتے ہیں۔ کہیں جہالت و نادانی کا دور دورہ ہے۔ اور کسی جگہ دوسری اقوام کی تقلید کا سودا۔ اسلامی انفرادیت بہر حال اس درجہ مضمحل ہو چکی ہے کہ آجکل مسلمانوں کو بحیثیت مجموعی پچھلے زمانے کے مسلمانوں کا جانشین یا ان کے منصب و عظمت کا وارث کہنا اپنی ہنسی خود آپ اڑانے کے مترادف ہے۔"
(مسلمانوں کا عروج و زوال صفحہ ۶)

(ج) مولانا حالی فرماتے ہیں :۔
رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

(د) نواب صدیق حسن خان صاحب آف بھوپال مسلمانوں کے دینی تنزل کے بارہ میں حدیث نبوی صلعم کی تصدیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں
"یہاں تک اب اسلام کا صرف نام اور قرآن کا فقط نقش باقی رہ گیا ہے مسجدیں ظاہر میں آباد ہیں لیکن ہدایت سے بالکل ویران ہیں۔ علماء اس امت کے بدتر ان کے ہیں۔ جو نیچے آسمان کے ہیں۔ انہیں سے فتنے نکلتے ہیں اور انہیں کے اندر پھر کر جاتے ہیں۔"
(اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۲)

مولانا حالی مرحوم تو مسلمانوں کی اس قابلِ رحم حالت کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور اور بارگاہ رسالت میں یوں فریاد کناں ہیں ؎

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے
امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے
جھگڑی ہے کچھ ایسی کہ بناتے نہیں بنتی
ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکمِ قضا ہے
فریاد ہے اے کشتی امت کے نگہباں
بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

(۵)

ظہور امام مہدی اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا تعلق مہدی اور مسیح موعود کے ظہور سے مقدر تھا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس امت محمدیہ کی حالت زار پر رحم کھایا اور اپنے وعدوں کے مطابق عین اس وقت جبکہ اسلام پر چو طرفہ حملے ہو رہے تھے اسلام کی مدافعت اور اس کی دوبارہ زندگی اور نشأۃ ثانیہ کے لئے انیسویں صدی عیسوی کے آخر میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور آپ کو ارشاد فرمایا کہ :۔

"اٹھ کہ میں نے تجھے اس زمانہ میں اسلام کی حجت پوری کرنے کے لئے اور اسلامی سچائیوں کو دنیا میں پھیلانے کے لئے اور ایمان کو زندہ اور قوی کرنے کے لئے چنا"
(تریاق القلوب صفحہ ۳۸)

تب آپ نے بالہام الٰہی اعلان فرمایا :
(الف) "مجھے خدا کی پاک اور مطہر وحی سے اطلاع دی گئی کہ میں اس کی طرف سے مسیح موعود اور مہدی معہود اور اندرونی اور بیرونی اختلافات کا حکم ہوں یہ جو میرا نام مسیح اور مہدی رکھا گیا۔ ان دونوں ناموں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مشرف فرمایا۔"
(اربعین صفحہ ۱)

(ب) تب آپ نے مسلمانوں کو یہ مژدہ سنایا کہ :۔
"اے مسلمانو! اگر تم سچے دل سے حضرت خداوند تعالیٰ اور اس کے مقدس رسول علیہ السلام پر ایمان رکھتے ہو۔ اور نصرتِ الٰہی کے منتظر ہو۔ تو یقیناً سمجھو کہ نصرت کا وقت آگیا ہے اور یہ کاروبار انسان کی طرف سے نہیں اور نہ ہی کسی انسانی منصوبے نے اس کی بنا ڈالی بلکہ یہ وہی صبح صادق ظہور پذیر ہو گئی ہے جس کی پاک نوشتوں میں پہلے سے خبر دی گئی تھی... سو خدا کا شکر کرو اور خوشی سے اچھلو کہ آج تمہاری تازگی کا دن آگیا ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے دین کے باغ کو جس کی راستبازوں کے خون سے آبپاشی ہوئی تھی کبھی ضائع نہیں کرنا چاہتا۔"
(ازالہ اوہام)

نیز خوشخبری دی ؎

دوستو! اس یار نے دیں کی مصیبت دیکھ لی
آئیں گے اس باغ کے اب جلد لہرانے کے دن
دیں کی نصرت کیلئے اک آسماں پر شور ہے
اب گیا وقتِ خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

(ج) حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے بڑی تحدی کے ساتھ اعلان فرمایا کہ :۔
"میں تمام لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اب آسمان کے نیچے زندہ اور اکمل رسول ایک ہے یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس ثبوت کے لئے خدا نے مجھے مسیح کر کے بھیجا ہے جیسا کہ ہر دو آرام اور آہستگی سے مجھ سے یہ اعلیٰ زندگی ثابت کرا لے۔ اگر میں نہ آیا ہوتا تو کوئی عذر بھی تھا مگر اب کسی کے لئے عذر کی جگہ نہیں۔ کیونکہ خدا نے مجھے بھیجا ہے کہ میں اس بات کو ثابت کر دوں کہ زندہ کتاب قرآن اور زندہ دین اسلام ہے۔ اور زندہ رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور میں آسمان اور زمین کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ یہ باتیں سچ ہیں اور خدا وہی ایک خدا ہے۔ جو کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ میں پیش کیا گیا ہے اور زندہ رسول وہی ایک رسول ہے جس کے قدم پر نئے سرے سے دنیا زندہ ہو رہی ہے نشان ظاہر ہو رہے ہیں برکات ظہور میں آ رہے ہیں غیب کے چشمے کھل رہے ہیں۔ مبارک وہ جو اپنے تئیں تاریکی سے نکال لے"۔
(لیکچر زندہ رسول)

(۶)

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام نے نہایت ہمت و استقلال اور جرأتِ ایمانی سے مخالفینِ اسلام کے چو طرفہ حملے کی مدافعت شروع کی اور دلائل و براہین اور آسمانی نشانوں اور دعاؤں سے اسلام کی حقانیت اور برتری کو دیگر ادیان پر ثابت کرنا شروع کیا۔ جس جماعت کی داغ بیل آپ کے مبارک ہاتھوں ڈالی گئی اس نے ترقی کرنا شروع کی اور آپ کی وفات (جو ۱۹۰۸ء میں ہوئی) کے وقت یہ قلیل جماعت لاکھوں کی تعداد تک پہنچ چکی تھی۔ اور مخالفین اسلام پر محاذ پر شکست فاش کھا چکے تھے۔ اس کے بعد جماعت نہ صرف ہندوستان میں پھیلنا شروع ہوئی بلکہ رفتہ رفتہ اس کی تبلیغ دور دراز دنیا کے ممالک، جزائر اور براعظموں میں پھیل گئی۔ اب یہ ایک عظیم الشان بین الاقوامی حیثیت حاصل کر چکی ہے۔ اور دنیا میں صحیح اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا فخر اسی جماعت کو میسر ہے۔ اب اس کی تعداد ایک کروڑ سے متجاوز ہے دنیا کا شاید ہی کوئی متمدن ملک اور علاقہ ایسا ہو جس میں اس جماعت کا تبلیغی مشن اس کے مبلغین و مبشرین موجود نہ ہوں اور قریباً ہر ملک کی زبان میں اس جماعت کی طرف سے اسلام کی تائید و اشاعت میں شائع شدہ لٹریچر موجود نہ ہو۔ متعدد غیر ملکی زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم شائع ہو چکے ہیں متعدد ممالک میں مساجد کی تعمیر ہو چکی ہے اور لاکھوں افراد کو اس جماعت کی تبلیغ کے نتیجہ میں اسلام میں داخل ہونے کی سعادت مل چکی ہے اور مل رہی ہے۔ اور دن بدن اس جماعت کا روحانی و مذہبی اثر و نفوذ بڑھ رہا ہے اور روحانی غلبۂ اسلام کے دن قریب سے قریب تر آ رہے ہیں۔

پس اب اسلام کی نشأۃ ثانیہ جماعت احمدیہ کے ساتھ وابستہ ہے جس کے شاندار مستقبل کے بارہ میں خدائی بشارات موجود ہیں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اللہ تعالیٰ کی ان بشارات کا مندرجہ ذیل الفاظ میں ذکر فرماتے ہیں :۔

"اے تمام لوگو سن رکھو یہ اس خدا کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا۔ اور حجت اور برہان کی رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہو گا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کی فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا۔ اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آ جائیگی.... دنیا میں ایک ہی مذہب (یعنی اسلام) ہو گا اور ایک ہی پیشوا (یعنی محمد مصطفیٰ صلعم) میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا تھا سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے"۔ (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۴-۶۵)

پس مبارک ہے وہ شخص جو مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں شامل ہو کر اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور غلبہ کے عظیم الشان روحانی پروگرام میں شامل ہو کر خدا تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کا وارث بنتا ہے ٭

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ـــــ لاجواب علم کلام (بقیہ صفحہ ۲)

کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور وہ آخری زمانہ میں نازل ہوں گے علماء کرام نے اپنے اس عقیدہ میں اس قدر شدت دکھائی کہ اسی وجہ سے مقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ پر کفر کے فتوے لگائے۔ لیکن آپؑ پوری عزیمت کے ساتھ وفات مسیح کے مسئلہ کو دلائل قاطعہ کے ساتھ پیش کرتے رہے۔ اور آج یہ حالت ہے کہ کوئی عالم دین بھی اس موضوع پر احمدیوں سے بحث کرنے کے لئے تیار نہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ اب تو علماء نے اس محاذ پر اپنی عبرتناک شکست کی خفت کو مٹانے کے لئے سرے سے اپنا نقطہ نظر ہی بدل لیا ہے اب وہ کہنے لگے ہیں کہ حضرت مسیح ناصری کی وفات و حیات کا مسئلہ اسلام کے بنیادی مسائل میں سے ہی نہیں اس لئے اس پر بحث کرنا چنداں ضروری نہیں۔ حالانکہ اس صدی کے شروع میں انہیں کے اسلاف اس موضوع پر اس قدر زور دیتے رہے ہیں کہ اس کے سوا گویا کوئی اور ضروری موضوع ہی نہ تھا ـــ!!

مقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے مسیحی لٹریچر سے اور تاریخی کتب کے ناقابل انکار حوالوں سے حضرت مسیح علیہ السلام کا صلیب سے زندہ اترنا اور اس کے بعد خفیہ طور پر یوروشلم سے کشمیر کی طرف ایک لمبا سفر کرنا اور ایک لمبی مدت تک اسی سرزمین میں اپنے مذہبی نظریات کی تبلیغ کرنے کے واقعات کو ثابت کر دکھایا۔ حتیٰ کہ آپ نے حضرت مسیح ناصری کی قبر (جو سرینگر محلہ خانیار میں واقع ہے) کی بھی نشاندہی فرما دی۔ اور بتایا کہ خود احادیث میں بھی حضرت مسیح علیہ السلام کا ۱۲۰ سال کی عمر پانے کا ذکر آتا ہے جو بالکل درست اور صحیح ہے اسی طرح کے موضوعات پر آپؑ نے جو کتب لکھیں مثلاً "مسیح ہندوستان میں" اور "ایام الصلح" وغیرہ آپ کے علم کلام کا شاہکار ہیں۔ اسی طرح اسلام کے فضائل و کمالات، قرآن مجید کے بے نظیر کلام اللہ ہونے کے براہین ساطعہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ ختم ہونے والی عظیم برکات پر مشتمل آپؑ کی تحریر فرمودہ کتب آج بھی اپنے اندر بہت بڑا علمی اور روحانی ذخیرہ رکھتی ہیں۔ اور عصر حاضر کی ضرورت کو بدرجہ اتم پورا کرتی ہیں۔ حضور علیہ السلام کی کتب۔ براہین احمدیہ، آئینہ کمالات اسلام۔ چشمہ معرفت۔ سرمہ چشم آریہ۔ چشمہ مسیحی۔ کشتی نوح۔ نور الحق وغیرہ وغیرہ سینکڑوں صفحات پر مشتمل ایسا علم کلام اپنے دامن میں رکھتی ہیں کہ عصر حاضر کے کسی بھی دوسرے مسلم مصنف اور مفکر کی تصنیفات ان کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آج روئے زمین کے مسلمان جب تک اس علم کلام کو استعمال نہیں کرتے جو حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے تیار کیا اور جن لائینوں کی آپ نے نشاندہی کی ان لائینوں پر بحث و مباحثہ کی بنیاد نہیں رکھتے اس وقت تک وہ اس علمی اور روحانی تفوق اور برتری کو حاصل نہیں کر سکتے جو اسلام کا طرۂ امتیاز ہے۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے سیمینار میں پاس کردہ قرارداد نے یہ بات ثابت کر دکھائی ہے کہ یہ علماء کے بس کا روگ نہیں۔ یہ تو اس برگزیدہ شخصیت کا کام ہے جسے آسمان سے اسی کام کے لئے کھڑا کیا گیا ہے۔ اس لئے مبارک ہیں وہ لوگ جو امام وقت کو پہچانتے اور اس کے کام کو اپنے لئے لائحہ عمل بناتے ہیں۔ اور اسلام کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو اسی نہج پر ڈال دیتے ہیں جو عصر حاضر کا تقاضا ہے!!

صفِ دشمن کو کیا ہم نے بحجت پامال ✣ سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

یوم مسیح موعود علیہ السلام ۔ مورخہ ۲۳ مارچ ۱۹۷۷ء بروز بدھ

جملہ جماعتہائے احمدیہ بھارت کی آگاہی کیلئے اعلان کیا جاتا ہے کہ مورخہ ۲۳ امان ۱۳۵۶ ہش مطابق ۲۳ مارچ ۱۹۷۷ء بروز بدھ یوم مسیح موعودؑ ہے۔ جماعتیں اور مبلغین کرام اپنے اپنے حلقہ میں جلسے منعقد کرائیں اور اس تقریب کو اس کے شایان شان منائیں۔ جلسوں کی روئداد نظارت دعوۃ و تبلیغ میں جلد بھجوائی جائیں۔

ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب کی شائع کردہ

تبلیغی کتب

(1) Extracts from Holy Quran and Saying of the Holy Prophet a real encyclopadia. (13th Edition)
(2) Teachings of Islam in Marathi (3) Promised Divine Messenger for all Mankind. (His claims and teachings in his own words.) (4) 3000 Precious gem — selected from the world best Leterature Invaluable treasure for all Man kind. (5) A challenge to all nations of the Globe with rewards of Rs. 1,50,000. (6) Divine teachings regarding peace and happiness. (7) All about Jesus Christ (peace be on him.)

خط وکتابت کا پتہ :-

YUSUF AHMAD ALLADIN
ALLADIN BUILDINGS,
SAROJINI DEVI ROAD
SECONDERABAD.
(A-P) INDIA

کارڈ آنے پر فہرست کتب مع قیمت مفت ارسال کی جائے گی!

VARITY CHAPPAL PRODUCTS KANPUR
PHONES. 52325/52686 - P.P
ویرائٹی
چپل پروڈکٹس کانپور
پائیدار بہترین ڈیزائن پر :-
لیدر سول در بر شیٹ کے سینڈل
زنانہ و مردانہ چپلوں کا واحد مرکز
لکھنیا بازار ـــ ۴۲/۲۹

ہر قسم اور ہر ماڈل
کے موٹر کار۔ موٹر سائیکل۔ سکوٹرس کی خرید و فروخت اور تبادلہ کے لئے آٹو ونگس کی خدمات حاصل فرمائیے !!
AUTOWINGS
آٹو ونگس
32, SECOND MAIN ROAD
C.I.T. COLONY
MADRAS - 600004,
PHONE NO. 7636.

سینگوں اور گھاس سے تیار کردہ دلآویز مصنوعات
۱۔ سینگ اور لکڑی سے تیار کردہ پرندوں اور جانوروں کی دلآویز شکلیں۔
۲۔ گھاس سے تیار کردہ منارۃ المسیح۔ مسجد اقصیٰ۔ مختلف مناظر۔ دنیا بھر کی مساجد احمدیہ اور مشن ہاؤسز کی تصاویر جو تبلیغی فوائد رکھتی ہیں۔
۳۔ عید مبارک کے کارڈ اور دیگر تصاویر۔
خط وکتابت کا پتہ :-
The Kerala Horns Emporium,
TC. 38/1582 MANACAUD
TRIVANDRUM (Kerala)
PIN: 695009.
PHONE NO. 2351
P.B. NO. 128
CABLE: "CRESCENT"

اخبارِ بدر کی توسیع اشاعت کی اپیل

ہر احمدی اس بات کو جانتا ہے۔ کہ اخبار بدر ہمارا مرکزی آرگن ہے جو مرکز احمدیت قادیان سے ہفتہ وار شائع ہوتا ہے۔ اور اس میں سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے خطبات۔ حضور ایدہ اللہ تعالےٰ اور بزرگان سلسلہ کی خیریت۔ قادیان کے حالات۔ نظارتوں کے اعلانات شائع ہوتے ہیں۔ اور اخبار بدر تربیتی، تبلیغی، روحانی، علمی، تحقیقی مضامین پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور تبلیغی لحاظ سے بہت مفید ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جماعتوں کے احمدی مردوں عورتوں اور نئی نسل کی تعلیم و تربیت کے مقاصد بھی پورا کرتا ہے۔ اس لئے میں عہدیداران مبلّغین اور احباب کی خدمت میں اپیل کرتا ہوں۔ کہ ہر جماعت میں ہر ذی استطاعت احمدی کے گھر میں اخبار بدر کا پرچہ جاری ہونا چاہیئے۔ اور مخیّر دوست عطایا دیگر طالبان ہدایت کو اور لائبریریوں۔ سکولوں۔ کالجوں کے لئے اخبار بدر جاری کرائیں۔ تاکہ اخبار بدر کی اشاعت وسیع ہو۔

اس زمانہ میں پریس کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس لئے اپنے قومی پریس اور آواز کو مضبوط بنانا ہر احمدی کا فرض ہے۔ لہذا پوری کوشش کی جائے۔ کہ کوئی گھرانہ ایسا نہ رہے جس میں اخبار بدر نہ جاتا ہو۔ نظارت تمام عہدیداران جماعت اور مبلغین سے اُمید کرتی ہے۔ کہ وہ نظارت کی اس اپیل کو کامیاب بنائیں گے۔ اور اخبار کی خریداری کو بڑھائیں گے اور اپنی مساعی سے نظارت کو بھی اطلاع دیکر ممنون فرمائیں گے۔

ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

تبدیلی دینی نصاب جماعتہائے احمدیہ بھارت برائے ۱۹۷۷ء

جماعتہائے احمدیہ بھارت کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ ان کے امتحان دینی نصاب کا اعلان اخبار بدر مؤرخہ ۲۷ میں یہ کیا گیا تھا کہ نصاب میں "شانِ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم" مقرر کی گئی ہے۔ اس پر متعدد احباب نے بذریعہ خطوط تجویز پیش کی ہے کہ چونکہ یہ کتاب ضخیم ہونے کے علاوہ سیدنا حضرت امام مہدی علیہ السلام کی کتب کے اقتباسات پر مشتمل ہے جن کا زبانی یاد رکھنا مشکل ہے۔ لہذا اس کی بجائے کوئی دوسری کتاب تجویز کی جائے۔

سوان تجاویز کے مدنظر سیدنا حضرت امام مہدی علیہ السلام کی تصنیف "فتح اسلام" سالم' امتحان کے لئے مقرر کی جاتی ہے۔ یہ کتاب ۷۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور نظارت دعوت و تبلیغ سے پچاس پیسہ (۵۰۔) فی نسخہ کے حساب سے مل سکتی ہے۔ ڈاک خرچ اس کے علاوہ ہوگا۔ امتحان دہندگان کے علاوہ خریداروں کے لئے اس کی قیمت ۷۵۔ ہے صدر و سیکرٹری صاحبان جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان، جلد یہ کتب حسبِ ضرورت نظارت ہذا سے منگوالیں۔

حضرت اقدس کی یہ تصنیف لطیف ہر احمدی گھرانے میں ہونی چاہیئے۔ نیز دوسرے بھائیوں کو تبلیغ کی غرض سے دی جائے تاکہ اس کے روحانی علوم سے ہر شخص بہرہ ور ہوسکے۔

نوٹ:۔ تاریخِ امتحان دینی نصاب مؤرخہ ۷ اگست ۱۹۷۷ء بروز اتوار مقرر ہے ÷

ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

کتاب "احمدیت" کی اشاعت

تبلیغی ضروریات کے پیشِ نظر نظارت دعوۃ و تبلیغ قادیان، مولوی ابوالحسن علی صاحب ندوی کی تصنیف "قادیانیت" کا جواب شائع کروا رہی ہے۔ محترم قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری نے اس کتاب کا مبسوط جواب بعنوان "احمدیت" دیا ہے۔ یہ کتاب ۴۲۵ صفحات پر مشتمل ہوگی۔ جس کی قیمت مبلغ چار روپے ہوگی۔ اس کے علاوہ ڈاک خرچ بذمہ خریدار ہوگا ــــ احباب قبل از وقت اپنے اپنے آرڈر بک کروالیں۔ تاکتاب کے شائع ہوتے ہی انہیں ارسال کردی جائے۔

ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

خوشکن خبر!

ابوظہبی سے الاتحاد پریس اینڈ پبلشنگ کارپوریشن میں شائع ہونے والے اخبار "EMIRATES NEWS" نے اپنی ۸ جنوری ۱۹۷۷ء کی اشاعت میں یہ خبر بالتصویر دی ہے کہ :۔

حضرت مرزا ناصر احمد ہیڈ آف دی احمدیہ موومنٹ اِن اسلام، ایک نئی مسجد ہڈرز فیلڈ نارتھ انگلینڈ کی افتتاحی تقریب میں خطاب فرما رہے ہیں۔ آپ نے حالیہ دورہ میں سویڈن میں بھی نئی مسجد کا افتتاح فرمایا۔ پھر آپ نے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا بھی دورہ کیا۔ تاکہ واشنگٹن میں ایک اسلامک کمیونٹی سنٹر کیلئے عمارت کا بندوبست فرمائیں۔

مرمّت مقاماتِ مقدّسہ

الدّار یعنی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکانات جو مقدّس اور تاریخی اہمیت کے حامل ہیں، مرورِ زمانہ کے باعث اُن کی ضروری مرمّت کا اہم مسئلہ اس وقت سامنے ہے یہاں تک کہ اب صدیوں کے تعمیر شُدہ کچھ مکانوں کی چھتیں اور دیواریں بارشوں کی وجہ سے بوسیدہ ہوگئی ہیں جن کی تعمیر اور مرمّت کرنا نہائت ضروری ہے۔

ہندوستان کی جماعتوں پر اللہ تعالےٰ کا یہ فضل اور احسان ہے کہ اُنہیں احمدیت کے دائمی مقدس مرکز قادیان کی براہِ راست خدمت کے مواقع حاصل ہیں اور اس کے ساتھ ہی وہ جب چاہیں اس تخت گاہِ رسول کی زیارت سے مستفیض ہوسکتے ہیں۔

اس سہولت اور سعادت کا یہ تقاضہ ہے کہ ہندوستان کے مستطیع احباب جماعت اللہ تعالےٰ کے احسان کے شکرانہ کے طور پر "مرمّت مقاماتِ مقدّسہ" کی اہم ضرورت کو پورا کریں۔

ناظر بیت المال آمد قادیان

ضروری اعلان

آئندہ نئی وصایا کی اشاعت کے لئے اعلانِ وصیّت کے طور پر ہر نئی وصیّت کے لئے مبلغ دس روپے لئے جانے کا فیصلہ مجلس کارپرداز نے اپنے فیصلہ ۲-۲-۷۷/۱۰ میں کیا ہے۔ مبلّغین کرام۔ انسپکٹران بیت المال۔ تحریک جدید و وقفِ جدید۔ اُمراء و صدر صاحبان اور عہدیداران جماعت ہر نئی ہونے والی وصیّت پر اعلانِ وصیّت مبلغ دس روپے وصول کیا کریں تاکہ طولِ عمل نہ ہو۔

سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

درخواست ہائے دُعا

۱۔ مکرم صدر صاحب جماعت احمدیہ ہبلی نے بذریعہ خط لکھا ہے کہ عزیزہ بُشریٰ سلطانہ بیگم منڈاسگر کا امتحان (بی اے پارٹ فرسٹ)، ۲۸ مارچ سے شروع ہو رہا ہے۔ بچی کی نمایاں کامیابی کیلئے احباب جماعت دُعا فرمائیں۔

خاکسار: شریف احمد امینی قادیان

۲۔ حیدرآباد سے میرے ماموں مکرم محمد شمس الدین صاحب نے اطلاع دی ہے کہ انکے دو لڑکے عزیز محمد کلیم الدین میٹرک کا اور عزیز محمد سلیم الدین B.S.C کا امتحان دینے والے ہیں۔ ہر دو کی نمایاں کامیابی کے لئے احباب جماعت سے دُعا کی درخواست ہے۔ موصوف نے مبلغ ۵/ روپے اعانت بدر میں اور ۵/ روپے درویش فنڈ میں ادا کئے ہیں۔ جزاہم اللہ تعالےٰ۔

خاکسار: محمد انعام غوری۔ قادیان

> وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا
> نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے